

جامع المقول والمقول
حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے رسالہ

ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان

کا اردو ترجمہ

مروجہ قضاء عمری بدعت ہے

مقدمہ

مولانا حافظ عبدالقدوس خان قارن

مدیر مدرسہ اشرفیہ العلوم

ناشر

عمر اکادمی

نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

جامعُ المعقول والمنقول حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے رسالہ
ردع الافوان عن محمدات آخِر جمعۃ رمضان
کا اردو ترجمہ

مَرْوَجَةُ قِضَاءِ عُمَرَى بِدَعْتِهِ

بعض لوگ رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں ایک نماز یا پانچ نمازیں
اس نیت سے پڑھتے ہیں کہ اس سے تمام فوت شدہ نمازوں کی قضا ہو
جاتی ہے اور اس کو قضا عُمَرَى کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ جمعۃ الوداع
کے دن الوداع الوداع اے رمضان الوداع جیسے کلمات کہتے ہیں۔ اس رسالہ میں
ثابت کیا گیا ہے کہ قضا عُمَرَى کا یہ طریق بدعت ہے اور ان جیسے کلمات
کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ نیز اس رسالہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے
کہ کس طبقہ کے فقہاء اور کن کتابوں سے فتویٰ دینا جائز اور کن سے فتویٰ
دینا ناجائز ہے۔ اور موضوع احادیث کی بعض علامات بتائی گئی ہیں۔ اور
غیر مفتی بہ قول سے گریز اور سنت پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

حافظ عبد القدوس خان قاری

عُمَرَاكَادِمِي
نَزْدَ گَنْطَه گَر، گَوْجَرَ اَنْوَالَه

﴿جملہ حقوق بحق عمر اکادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾

طبع..... سوم جنوری ۲۰۰۶ء

| | | |
|-------------------|-------|--|
| اصل رسالہ کا نام | | دع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان |
| تالیف | | جامع المعقول والمقول حضرت مولانا عبدالحی لکھوی |
| اردو ترجمہ کا نام | | مروجہ فقہاً عمری بدعت ہے |
| مترجم | | حافظ عبدالقدوس خان قارن |
| طبع سوم | | جنوری ۲۰۰۶ء |
| تعداد | | ایک ہزار (۱۰۰۰) |
| مطبع | | مکی مدنی پرنٹرز لاہور |
| قیمت | | ۳۰/- (تیس) روپے |

﴿..... ملنے کے پتے﴾

☆ مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

- | | |
|---|---------------------------------------|
| ☆ مکتبہ قاسمہ جشد روڈ بنوری ٹاؤن کراچی | ☆ مکتبہ حلیمہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی |
| ☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی | ☆ ادارہ النور بنوری ٹاؤن کراچی |
| ☆ مکتبہ امدادیہ ملتان | ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان |
| ☆ مکتبہ مجیدیہ ملتان | ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور |
| ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور | ☆ مکتبہ قاسمہ اردو بازار لاہور |
| ☆ دارالکتب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور | ☆ بک لینڈ اردو بازار لاہور |
| ☆ مکتبہ احسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور | ☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ |
| ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار اوپنڈی | ☆ اسلامی کتب خانہ ڈاگامی ایبٹ آباد |
| ☆ مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد | ☆ مکتبہ العارفیہ فیصل آباد |
| ☆ مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ نیو روڈ میٹروہ | ☆ مکتبہ امدادیہ حسینیہ پنڈی روڈ چکوال |
| ☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور | ☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ |
| ☆ مکتبہ حنفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ | ☆ کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ گلبرگ |
| ☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک | ☆ مکتبہ علیہ اکوڑہ خٹک |

فہرست جہنۃ مین

| | | | |
|----|---|----|--|
| ۵۰ | جن کتابوں میں قضاء عمری کا ذکر ہے وہ | ۴ | ابتدائیہ |
| | معتبر مشہور نہیں ہیں۔ | ۵ | تارک صلوٰۃ کے لئے وعید |
| ۵۱ | بعض ان کتابوں کا ذکر جن سے فتویٰ دینا جائز نہیں | ۶ | تارک صلوٰۃ کے بارہ میں حضرات ائمہ کرام کا نظریہ |
| ۵۲ | فقہاء کے طبقات | ۷ | فوت شدہ نمازوں کے بارہ میں اہل بدعت کا نظریہ |
| ۵۳ | پہلا طبقہ مجتہدین فی الشرع | ۸ | بعض غیر مقلدین کا طرز عمل |
| ۵۴ | دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب | ۸ | امام ابن تیمیہ اور بعض غیر مقلدین |
| ۵۴ | تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل | ۱۰ | غلط فہمی اور اس کا ازالہ |
| ۵۵ | چوتھا طبقہ اصحاب تخریج | ۱۰ | ایک اور غلط فہمی اور اس کا ازالہ |
| ۵۵ | پانچواں طبقہ اصحاب ترجیح | ۱۲ | فوت شدہ نمازوں کے بارہ میں صحیح نظریہ |
| ۵۵ | چھٹا طبقہ اقوال ضعیفہ و قویہ کے درمیان | ۱۲ | فوت شدہ نمازوں سے متعلق بعض فوری مسائل |
| | فرق کرنے پر قدرت رکھنے والے | ۱۵ | حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی کے بارہ میں |
| ۵۶ | ساتواں طبقہ ہر فوری و کمزور بات نقل | ۱۶ | خطبہ |
| | کر دینے والے اور ذوق نہ کر سکنے والے | ۱۷ | قضاء عمری بدعت ہے |
| ۵۸ | اعتراض کہ قضاء عمری والی حدیث احادیث | ۱۹ | قضاء عمری کے دلائل |
| | مشہورہ میں سے ہے | ۲۵ | دلائل کے جوابات |
| ۵۸ | اس کا جواب | ۲۵ | قضاء عمری کی خاطر جان بوجھ کر نماز قضاء کرنا |
| ۶۰ | اعتراض کریں روایت فقہاء کے ہاں مشہور ہیں | ۲۸ | رمضان المبارک کی نماز کو باقی بہت سی |
| ۶۰ | اس کا جواب | | نمازوں کے برابر قرار دینے کا نظریہ |
| ۶۱ | ان روایات کے موضوع ہونے کی علامت ظاہر ہیں | ۳۰ | اعتراض اور اس کا جواب |
| ۶۶ | اعتراض کریں روایات ثقہ راویوں سے منقول ہیں | ۳۲ | ایک نماز یا پانچ نمازوں کو عمر بھر کی نمازوں کی |
| ۶۶ | اس کا جواب | | قضاء سمجھنے کا نظریہ اور اسکی قیاحت کی کئی وجوہ |
| ۶۸ | قضاء عمری کے بدعت ہونے پر اقوال | ۳۷ | اعتراض اور اس کا جواب |
| ۷۱ | قضاء عمری کو باجماعت ادا کرنے کے مفاسد | ۳۹ | قضاء عمری کا آباؤ اجداد کی فوت شدہ |
| ۷۲ | کتابت حقیفہ | | نمازوں کا کفارہ بننے کا نظریہ |
| ۷۸ | رمضان کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع کہنا | ۴۲ | قضاء عمری کو مسجد میں ادا کرنے کا مسئلہ |
| ۷۹ | جمعۃ الوداع میں اشعار پڑھنا | ۴۷ | نوافل کی جماعت کیلئے لوگوں کو بلانا |
| ۸۰ | جمعۃ الوداع کے خطبہ کو خطبۃ الوداع کہنا | ۴۵ | اعتراض اور اس کا جواب |
| | اور رمضان کا مہینہ گزر جانے کا انہوس کرنا | ۴۶ | فقہ کی معتبر کتابوں میں قضاء عمری کا کوئی ذکر نہیں |
| ۹۲ | خطبۃ الوداع کو جائز کہنے والوں کا تردد | ۴۸ | قضاء عمری کے قائلین کی عبارات کے جوابات |
| ۹۳ | سنت پر کاربند رہنے کی تلقین | | |

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ----- اما بعد!

اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان پر سب سے اہم ذمہ داری نماز کی ہے۔ اسی لیے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ طبرانی میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ الصلوۃ "قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا" فان صلحت صلح سائر عملہ وان فسدت فسد سائر عملہ "پس اگر نماز درست نکلی تو اس کے باقی اعمال بھی درست نکلیں گے اور اگر نماز خراب نکلی تو اس کے باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے۔" دن رات میں پانچ وقتی نمازیں ہر مسلمان عاقل بالغ مرد و عورت پر فرض ہیں، صرف حیض و نفاس میں مبتلا عورتوں کو ان ایام کی نمازیں معاف کی گئی ہیں اور کسی عاقل بالغ کو معاف نہیں کی گئیں۔ شریعت نے نمازوں کی ادائیگی میں بہت نرمی فرمائی ہے۔ اگر کسی کو قیام و رکوع و سجود کی قدرت حاصل ہو تو اس کو کھڑے ہو کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھنا لازم ہے اور جس کو قیام کی قدرت نہیں تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے کی بھی ہمت نہ ہو تو لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔ ایسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہوتی۔ جو آدمی بے ہوش ہو اور اس کی بے ہوشی اتنی لمبی ہو جائے کہ دن رات سے زائد ہو جائے اور درمیان میں ذرا بھی اس کو ہوش نہ آئے تو بے ہوشی کے دن کی نماز اس سے ساقط ہے اور اگر درمیان میں ہوش آ جاتا ہے، مسلسل دن رات سے زائد بے ہوشی نہیں تو اس دوران کی نمازوں کی قضاء ضروری ہے۔

نماز کی اہمیت قرآن کریم کی بے شمار آیات اور نبی کریم ﷺ کی احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ کہیں اقیموا الصلوۃ فرمایا گیا ہے اور کہیں فلاح پانے والے مومنوں کی صفات میں ہم علی صلوتہم یحافظون بیان کیا گیا ہے کہ فلاح پانے والے مومن وہ ہیں جن کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی

پابندی کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ اور امت کے دیگر افراد کو نہ صرف نماز کی بلکہ باجماعت نماز کی تلقین فرمائی ہے اور خود بھی زندگی بھر نمازیں ادا فرمائیں اور کسی بھی مرحلہ میں نماز کو ترک نہیں کیا۔ اسی لیے نماز کی فرضیت کے بارہ میں اسلامی فرقوں میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ سب ہی اس کو فرض عین کہتے ہیں اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نماز کی فرضیت کا منکر قطعی طور پر کافر ہے۔

تارک صلوٰۃ کے لیے وعید

حضور نبی کریم ﷺ نے جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کے متعلق سخت وعید فرمائی ہے۔ مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۰ اور مسلم ج ۱ ص ۶۱ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بین الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلوة یعنی نماز کا چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔ اور معجم طبرانی میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میرے محبوب حضرت محمد ﷺ نے مجھے سات نصیحتیں فرمائیں، ان میں سے یہ بھی ہے ولا تتركوا الصلوة متعمدين فمن تركها متعمدا فقد خرج من الملة اور نماز کو جان بوجھ کر نہ چھوڑو کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے تو بیشک وہ ملت سے نکل جاتا ہے۔ اور مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۸ اور طبرانی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس باتوں کی تلقین فرمائی۔ ان میں سے یہ بھی ہے ولا تترك صلوٰۃ مكتوبة متعمدا فان من ترك صلوٰۃ مكتوبة متعمدا فقد برئت منه ذمة الله اور ہرگز جان بوجھ کر فرض نماز کو نہ چھوڑو کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر فرض نماز کو چھوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے بری ہے (الحديث) اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے مراد وہ ہے جو مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۵ اور ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۸ وغیرہ کتابوں میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جس شخص نے ان کی محافظت کی (ان کو مستحب وقت اور آداب و سنن کے ساتھ ادا کیا) اور ان کو ادا کیا کان لہ عند اللہ عہد ان یغفر لہ تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کو بخش دے گا۔ ومن ضيعهن فليس له عهد ان شاء غفر

لہ وان شاء عذبه اور جس شخص نے ان نمازوں کو ضائع کیا تو اس کے لیے کوئی وعدہ نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو اس کو عذاب میں ڈال دے گا۔

تارک صلوٰۃ کے بارے میں حضرات ائمہ کرام کا نظریہ

جسور اہل اسلام کے نزدیک جو شخص نماز کا منکر نہ ہو مگر سستی کی وجہ سے نماز ادا نہیں کرتا تو وہ فاسق ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک وہ کافر ہے۔ امام نوویؒ اس بارہ میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ تارک صلوٰۃ کافر نہیں ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کافر ہے۔ اور اسی طرح کی روایت حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن المبارکؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ سے ہے (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۶۱) ان حضرات کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں یہ الفاظ ہیں من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی تو بیشک وہ کافر ہو گیا۔ اور اس مضمون کی دیگر احادیث بھی ان کی دلیلیں ہیں۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ ان جیسی احادیث میں وعید اس شخص کے لیے ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑنے کو جائز سمجھتا ہے۔ یا وعید سے مراد یہ ہے کہ ایسا شخص قارب الکفر کفر کے قریب پہنچ گیا۔ یا مراد یہ ہے کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنا کفریہ اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہؒ کی واضح دلیل اس بارہ میں حضرت عبادة بن الصامتؓ کی روایت ہے جو ابو البرکات نے منتقى الاخبار میں پیش کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خمس صلوات افترضهن اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور آگے فرمایا کہ جس شخص نے ان کی محافظت کی اور ان کو ادا کیا کان لہ عند اللہ عہد ان یغفر لہ تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کو بخش دے گا۔ ومن ضیعہن فلیس لہ عہد ان شاء غفر لہ وان شاء عذبه اور جس نے ان کو ضائع کیا تو اس کے لیے کوئی وعدہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو اس کو معاف کر دے گا اور اگر چاہے گا تو اس کو عذاب میں ڈال دے گا۔ (فتح الملمع ج ۱ ص ۱۹۵) یہ روایت مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۵، ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۸ اور موارد الظمآن ص ۸۶ وغیرہ میں بھی ہے۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تارک صلوٰۃ کافر نہیں ہے اس لیے کہ کافر کے لیے تو عذاب لازم ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا مرتد ہو گیا اس لیے اس کو قتل کر دیا جائے۔ اور حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص کافر تو نہیں ہوتا مگر تعزیراً اس کو قتل کیا جائے تاکہ اس کی نحوست دوسروں پر نہ پڑے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس سے توبہ طلب کی جائے، اگر توبہ کر لے تو فیہا ورنہ اس کو قید میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے یا وہاں ہی مر جائے۔

فوت شدہ نمازوں کے بارہ میں

تمام امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کے وقت میں سویا رہا یا اس کو نماز ادا کرنا بھول گیا اور نماز کا وقت گزر گیا تو ایسا آدمی اس نماز کی قضاء کرے۔ اسی طرح اگر کسی نے جان بوجھ کر سستی یا کسی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز چھوڑی تب بھی اس کی قضاء ضروری ہے۔ البتہ امام ابن تیمیہؒ اور اہل ظواہر کا نظریہ جمہور کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے پر قضاء نہیں ہے۔ حافظ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہؒ کے نزدیک چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضاء ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک قضاء نہیں ہے بلکہ اس کی توبہ کی صورت یہ ہے کہ توبہ کرے اور آئندہ نماز نہ چھوڑے بلکہ اس کی پابندی کرے۔ (مدارج السالکین ج ۱ ص ۳۷۵) اسی طرح امام ابن تیمیہؒ کا نظریہ بھی ان کی کتابوں سے یہی ملتا ہے مگر یہ نظریہ جمہور کے خلاف ہے اور درست نہیں ہے اس لیے کہ اگر نمازیں محض توبہ سے معاف ہو جائیں تو حضرات محدثین کرامؒ اور فقہاء عظامؒ کو اپنی کتابوں میں قضاء الفوات کے ابواب اہتمام سے قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ صرف اتنا ہی فرما دیتے کہ گزشتہ کی معافی مانگو اور آئندہ کے لیے پابندی کرو۔ مگر سب ہی قضاء الفوات پر زور دیتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں۔

اہل بدعت کا نظریہ

فوت شدہ نمازوں کی تلاقی کے لیے اہل بدعت قضاء عمری کے مروجہ طریق کا پرچار کرتے ہیں۔ قضاء عمری کے بارہ میں تفصیلی بحث اصل رسالہ میں مذکور ہے۔ اس نظریہ کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ نمازوں کے بارہ میں انتہائی ست ہو گئے اور یہ خیال کر

کے کہ تلافی قضاء عمری کی دو یا چار رکعت کے ساتھ ہو ہی جائے گی، بالکل نمازوں سے غافل ہو گئے ہیں حالانکہ مروجہ قضاء عمری کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے اور مروجہ طریق بالکل بدعت ہے۔ نیز عام مسلمانوں کو سستی اور غفلت سے نکالنے کے لیے اس قضاء عمری کے مروجہ طریق کا رد بہت ہی زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔

بعض غیر مقلدین کا طرز عمل

زمانہ حال کے بعض متشدد قسم کے غیر مقلدین امام احمد بن حنبلؒ کے نظریہ پر عمل پیرا ہو کر اس کا پرچار کرتے ہیں کہ تارک صلوٰۃ کافر ہے حالانکہ خود ان کے علماء نے اس کے خلاف لکھا ہے چنانچہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ ایک سوال کہ بے نمازی مسلمان ہے یا کافر؟ کے جواب میں فرماتے ہیں: اس بارہ میں علماء کا اختلاف ہے اور پھر انہوں نے اپنا رجحان ان لوگوں کی طرف بتایا جو تارک صلوٰۃ کو کافر نہیں بلکہ فاسق کہتے ہیں۔ اس پر ان کا تعاقب کیا گیا کہ کافر نہ کہنے والوں کی دلیلیں کیا ہیں تو جواب میں فرمایا: اس دعویٰ کے ثبوت میں بہت سی آیات پیش ہو سکتی ہیں مگر ہم ایک آیت پیش کرتے ہیں قل لعبادی الذین آمنوا یقیموا الصلوٰۃ (الایہ) (پ ۱۳ رکوع ۱۷) اس آیت میں ایماندار قرار دے کر ان کو نماز کا حکم دیا ہے۔ معلوم ہوا نماز ایمان میں داخل نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۳۶۵) پھر آگے تشریح میں لکھا ہے: کیونکہ جن احادیث سے تارک الصلوٰۃ کا کفر ثابت ہوتا ہے، ان احادیث سے وہ بلاشبہ کافر ہیں اور ان کو کافر کہنا روا ہے مگر ہاں تارک الصلوٰۃ کا کفر ایسا نہیں ہے جس کی وجہ سے ملت اسلام سے خارج ہو جائے اور مغفرت و شفاعت و دخول جنت کا مستحق نہ رہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۳۶۷) اور آخر میں فتاویٰ نذیریہ کتاب الصلوٰۃ ص ۲۶۹ کا حوالہ بھی دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی قسم کی عبارت اس میں بھی ہے۔ ان فتوؤں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تارک الصلوٰۃ ایسا کافر نہیں ہوتا کہ اس کو ملت اسلامیہ سے خارج اور مرتد قرار دے دیا جائے بلکہ وہ ملت اسلامیہ میں باقی رہتا ہے اور اسی کو احناف فاسق سے تعبیر کرتے ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ اور بعض غیر مقلدین

جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ کا نظریہ جمہور اہل

اسلام سے مختلف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس پر قضاء نہیں بلکہ وہ توبہ کرے اور آئندہ کے لیے نماز کی پابندی کرے۔ زمانہ حال کے بعض غیر مقلدین امام ابن تیمیہ کی تقلید کرتے ہوئے اس نظریہ کا پرچار کرتے ہیں حالانکہ یہ نظریہ جمہور اہل اسلام کے خلاف ہے۔ امام بخاریؒ نے امام ابراہیمؒ کا یہ قول نقل کیا ہے وقال ابراہیم من ترک صلوٰۃ واحدة عشرين سنة لم يعد الا تلك الصلوٰۃ الواحدة (بخاری ج ۱ ص ۸۴) اور امام ابراہیمؒ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایک نماز چھوڑی تو بیس سال بھی گزر جائیں تو وہ شخص اسی نماز کا اعادہ کرے۔ یعنی اس پر کفارہ وغیرہ نہیں ہے بلکہ اس کی قضاء ہے۔ اور خندق کے موقع پر حضور ﷺ کی نماز رہ گئی تو آپؐ نے اس کی قضاء فرمائی۔ آپؐ کی وہ نماز کیسے رہ گئی؟ اس کے بارے میں علامہ کرمائی نے دو قول نقل کیے ہیں۔ وقیل ناخیرہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ فی ذلک الیوم کان نسیانا بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس دن آپ ﷺ کا نماز کو موخر کرنا نسیان کی وجہ سے تھا (کہ آپؐ کو نماز پڑھنا یاد ہی نہ رہا تھا) وقیل عمدا لانہم اشغلوه فلم یمكنوه من ذالک وهو اقرب وذلک قبل نزول صلوٰۃ الخوف (حاشیہ نمبر ۱ بخاری ج ۱ ص ۸۴) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؐ کا اس نماز کو موخر کرنا جان بوجھ کر تھا (یعنی نسیان نہ تھا بلکہ آپؐ کو نماز پڑھنا یاد تھا) اس لیے کہ کفار نے آپؐ کو مشغول رکھا تو انہوں نے آپؐ کو اس کے ادا کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور یہ بات زیادہ اقرب ہے (یعنی زیادہ درست ہے) اور یہ واقعہ صلوٰۃ الخوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ یعنی صلوٰۃ خوف میں تو ایک گروہ کو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا کر کے وقت کے اندر نماز ادا کی جاسکتی ہے اور خندق کا واقعہ صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے اس لیے آپ ﷺ دشمن کے مقابلہ میں مشغول رہے اور نماز رہ گئی جس کو آپؐ نے بعد میں قضاء فرمایا اور علامہ کرمائی اسی قول کو اقرب فرما رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نماز پڑھنا یاد تھا مگر دشمن کے مقابلہ میں مصروف ہونے کی وجہ سے وہ نماز رہ گئی تھی۔ اس سے جمہور کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ قضاء کے لیے ضروری نہیں ہے کہ آدمی نماز کے وقت میں سویا رہے یا بھول گیا ہو بلکہ یاد ہونے کی صورت میں بھی اگر نماز رہ جائے تو اس کی قضاء ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے قضاء فرمائی اور یہی مذہب رائج اور حق ہے۔

غلط فہمی اور اس کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ وضوء اور بعض عبادات مثلاً حج، جمعہ، عیدین اور رمضان المبارک کے روزوں وغیرہ کی وجہ سے اور توبہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور نماز کا چھوڑنا بھی ایک گناہ ہے لہذا یہ بھی معاف ہو جاتا ہے مگر یہ ان کی غلط فہمی ہے اس لیے کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ توبہ سے یا حج سے معافی (گناہ) معاف ہوتے ہیں، فرائض معاف نہیں ہوتے جیسے اگر کسی نے حج کر لیا یا توبہ کر لی تو قرض داروں کا قرض ایسا ہی اس کے ذمہ واجب ہے جیسے کہ پہلے تھا۔ اسی طرح حقوق اللہ سے بھی جو قرض ہے، وہ بھی ادا کرنے سے ہی ادا ہوگا۔ بلکہ یہاں تک ”علماء نے لکھا ہے کہ توبہ سے نمازوں کی تاخیر کی معصیت معاف ہوگی اور فوراً ادا کرنا لازم ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر پھر قضاء کرنے میں تاخیر کی تو از سر نو گنہگار ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۴ ص ۳۳۶) اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں حقوق اللہ کے معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ذنوب معاف ہوتے ہیں نہ کہ طاعات۔ سو نماز طاعات میں سے ہے اور اس کا بدل ممکن اور مشروع ہے لہذا قضاء واجب ہوئی۔ پھر قضاء کا بدل فدیہ ہے۔ اگر قضاء پر قدرت نہ ہوئی، فدیہ واجب ہو گیا اس کی وصیت۔ اگر اس پر بھی قدرت نہ ہوئی یا وسعت نہ ہوئی نہ اس کا کوئی بدل ہے، اب یہ کوتاہی ذنب محض رہ گئی، یہ توبہ سے معاف ہونے کی امید گاہ ہے (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۳۸) یعنی جب تک قضاء پر قدرت ہے، اس وقت تک قضاء ہی ضروری ہوگی۔

ایک اور غلط فہمی اور اس کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہے اس میں نماز پڑھنے کا ثواب پانچ سو نمازوں کا اور مسجد نبویؐ میں ایک ہزار یا پچیس ہزار یا پچاس ہزار کا (باختلاف الروایات) اور مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور رمضان المبارک میں ہر فرض ستر فرضوں کے برابر ہو جاتا ہے تو جو شخص عمرہ یا حج کرتا ہے تو وہ مسجد نبویؐ اور مسجد حرام میں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کو اتنا ثواب حاصل ہو گیا کہ ساری زندگی کی نمازوں سے بھی بڑھ گیا۔ اسی طرح جو شخص رمضان

المبارک میں نمازیں پڑھ لیتا ہے تو اس کی نمازوں کا ثواب سال بھر کی نمازوں سے بڑھ جاتا ہے اس لیے اگر وہ شخص باقی دنوں میں نماز نہ بھی پڑھے تو کوئی بات نہیں۔ یہ نظریہ بھی بالکل غلط ہے۔ یہ غلط فہمی ہی نہیں بلکہ شیطانی وسوسہ ہے اس لیے کہ حضرات فقہاء کرامؒ نے تصریح فرمائی ہے اور خود مولانا عبدالحی صاحب لکھنؤیؒ نے بھی اپنے اس رسالہ میں وضاحت فرمائی ہے کہ کسی عبادت کا ثواب زیادہ مل جانا انعام ہے۔ انعام سے ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی۔ مثلاً "رمضان المبارک کی نماز کا ثواب ستر گنا ہے تو یہ انعام ہے اس کو ستر نمازوں کی جگہ شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کی وجہ سے آدمی ستر نمازوں کی ذمہ داری سے عمدہ برآ ہوتا ہے بلکہ یہ ایک ہی نماز کا ثواب ہوگا اور آدمی ایک ہی نماز کی ذمہ داری سے عمدہ برآ ہوگا۔ اور اس کی وجہ سے نمازوں کو چھوڑنے والا تارک صلوٰۃ ہی شمار ہوگا۔ پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ حضور علیہ السلام اور حضرات صحابہ کرامؓ مسجد حرام، مسجد نبوی اور رمضان المبارک میں نمازیں پڑھتے رہے اس کے باوجود کبھی زندگی بھر نماز کو ترک نہیں کیا۔ اگر ترک کی ذرا بھی گنجائش ہوتی تو کبھی تو ترک کی ہوتی۔ جب کبھی ترک نہیں فرمائی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز چھوڑنے کی قطعاً "گنجائش" نہیں ہے۔ اور پھر یہ بات بھی انتہائی غلط فہمی اور شیطانی وسوسہ ہے کہ کوئی بندہ اس دنیا میں یوں حساب لگانے لگ جائے کہ میری نماز ستر نمازوں کے برابر یا پچاس ہزار اور ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے لہذا باقی دنوں کی نمازیں چھوڑ کر حساب برابر کرا لیا جائے گا۔ یہ بالکل شیطانی وسوسہ ہے اس لیے کہ کس کو معلوم ہے کہ مجھے اپنی نماز کا اتنا بدلہ ملے گا۔ اس لیے کہ عمل کے ثواب کا مدار صحیح اعتقاد، اخلاص نیت اور خشوع پر ہے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپؐ فرماتے تھے ان الرجل لينصرف وما كتب له الا عشر صلواته تسعها ثمنها سبعها سدسها خمسها ربعها ثلثها نصفها (ابوداؤد) بیشک آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لیے نماز کا صرف دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اور کسی کے لیے نواں حصہ کسی کے لیے آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھا، تہائی اور کسی کے لیے آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔ یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے، اتنا ہی اجر و ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح طبرانی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے جس کا خلاصہ یہ

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز کو پوری توجہ سے نہیں پڑھتا تو وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح پلٹ کر نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔ (الحديث)
اور پھر صحیح روایات میں آتا ہے کہ جب بندہ کی نماز کا حساب لیا جائے گا اور نماز میں نقصان ہوگا تو اس کی تلافی نوافل سے کی جائے گی۔ (ترمذی ج ۱ ص ۸۷-
نسائی ج ۱ ص ۸۱ وغیرہ) اسی لیے حضرات فقہاء اسلام فرماتے ہیں کہ آدمی کو فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل بھی بکثرت ادا کرنے چاہئیں تاکہ ان کی وجہ سے فرضوں میں پائے جانے والے نقصان کی تلافی ہو سکے۔

بندے کی نماز کو قبول کر کے اجر و ثواب سے نوازنا تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ بندے کا خود اپنے عمل کا حساب کر کے اپنے لیے اجر و ثواب متعین کرنا اور پھر اس کی وجہ سے نمازوں کو چھوڑنا بالکل شیطانی وسوسہ ہے۔ حضور علیہ السلام اور حضرات صحابہ کرامؓ نے نمازوں اور دیگر اعمال کے اجر و ثواب کو بیان فرمایا اور اس کے باوجود کسی وقت بھی نماز ترک کرنے کی گنجائش نہیں دی۔ اس لیے کسی کو شیطانی وسوسہ میں نہیں آنا چاہئے بلکہ نمازوں کی صورت میں جو ذمہ داری ہے، ان کو ادا کر کے ان سے فارغ ہونا چاہئے اور اپنے اعمال قبول کر لینے کی درخواست اور دعاء رب تعالیٰ سے کرتے رہنا چاہئے۔

فوت شدہ نمازوں کے بارے میں صحیح نظریہ

اگر کسی آدمی کے ذمہ فوت شدہ نمازیں ہوں تو ان کی قضاء لازم ہے۔ ان کی قضاء کرے اور نمازوں کو بروقت ادا نہ کر سکنے کی جو کوتاہی ہوئی، اس کی رب تعالیٰ سے معافی مانگے۔ فوت شدہ نمازوں سے متعلق بعض ضروری مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔
مسئلہ ۱: اوقات مکروہہ کے علاوہ باقی ہر وقت میں فوت شدہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اوقات مکروہہ یہ ہیں: سورج طلوع ہونے کا وقت، غروب ہونے کا وقت اور استواء کا وقت یعنی زوال سے پہلے جب سورج بالکل سنہرے ہوتا ہے۔ طلوع فجر کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد عام نوافل پڑھنا ممنوع ہے مگر فوت شدہ نمازوں کی قضاء درست ہے۔

مسئلہ ۲: نوافل بکثرت ادا کرنے کی بہ نسبت فوت شدہ نمازوں کا پڑھنا افضل ہے۔ اس لیے کہ فوت شدہ نمازیں ذمہ میں قرض کی طرح ہیں تو جیسے نفلی صدقات ادا

کرنے سے قرض کا ادا کرنا افضل ہے اسی طرح نوافل کی بہ نسبت فوت شدہ نمازوں کا ادا کرنا افضل ہے۔

مسئلہ ۳: فوت شدہ نمازوں کے صرف فرائض اور وتروں کی قضاء کرنی چاہئے۔ سنتوں کی قضا نہیں ہے البتہ اگر کسی کی فجر کی نماز سنتوں سمیت رہ جائے اور وہ اسی دن سورج طلوع ہونے کے بعد زوال سے پہلے پہلے اس کی قضاء کرتا ہے تو ساتھ فجر کی سنتیں بھی پڑھے جیسا کہ لیلة التعریس کے واقعہ میں حضرات صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ اور اگر زوال کے بعد قضاء کرے تو صرف فرضوں کی قضاء کرے۔

مسئلہ ۴: وقتی نمازوں کے ساتھ جو سنن موکدہ ہیں ان کو اور وتروں کو قضاء نماز کی وجہ سے نہ چھوڑنا چاہئے مثلاً ظہر کی وقتی نماز پڑھتا ہے اور اس کی سنتیں پڑھنے کی بجائے قضاء نماز پڑھتا ہے تو ایسا نہ کرنا چاہئے بلکہ وقتی نماز کے ساتھ جو سنتیں ہیں ان کو بھی پڑھنا چاہئے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی شخص فجر کی سنتیں پڑھتا ہے یا ظہر وعشاء سے پہلے یا بعد کی سنتیں پڑھتا ہے اور ان میں ہاتھ ہی قضاء نماز کی نیت کر لیتا ہے تو یہ درست نہیں ہے بلکہ سنتیں علیحدہ پڑھے اور فوت شدہ نمازیں ان کی نیت ہی سے پڑھے۔

مسئلہ ۶: عوام میں یہ مشہور ہے کہ اگر کسی شخص کی کئی دنوں کی نمازیں فوت ہو گئی ہوں تو ہر دن ایک نماز کے ساتھ ایک نماز ادا کی جائے۔ مثلاً فجر کے ساتھ فوت شدہ ایک فجر کی اور ظہر کے ساتھ ظہر کی اور اسی طرح باقی نمازوں میں۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے بلکہ آدمی ایک ہی وقت میں کئی دنوں کی فوت شدہ نمازیں بھی پڑھ سکتا ہے مثلاً فجر کے وقت میں ایک دن کی ترتیب وار پانچ نمازیں پڑھے اور پھر دوسرے تیسرے دن کی اسی طرح پڑھے تو درست ہے بلکہ یہ بہتر ہے تا کہ آدمی جلدی ذمہ سے عمدہ برآ ہو جائے۔

مسئلہ ۷: بلا عذر نماز کو اپنے وقت میں نہ پڑھنا گناہ ہے اور اس کی قضاء کرنا لازم ہے اس لیے حضرات فقہاء کرامؓ نے فرمایا ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء مسجد میں کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ اس میں اپنے گناہ کو ظاہر کرنا ہے۔ اور اگر کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ یہ شخص قضاء نماز پڑھ رہا ہے یا کہ نوافل ادا کر رہا ہے تو ایسی صورت میں

مسجد میں قضاء کو بھی درست کہا گیا ہے۔

مسئلہ ۸: اگر کسی شخص کی کسی دن پانچ سے کم نمازیں رہ گئی ہوں تو وہ پہلے فوت شدہ نمازوں کو ادا کرے اور اس کے بعد وقتی نماز پڑھے اور اگر پانچ سے زیادہ نمازیں فوت ہوں تو پھر فوت شدہ کو پہلے پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر وقتی نماز پہلے ادا کر لی اور قضاء نمازیں اس کے بعد پڑھتا ہے تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ ۹: صاحب ترتیب آدمی کے لیے پہلے فوت شدہ نماز کو پڑھنا ضروری ہے اور صاحب ترتیب وہ ہے جس کے ذمہ کوئی نماز نہ ہو یا پانچ سے کم فوت شدہ نمازیں ہوں۔ اگر صاحب ترتیب کو فوت شدہ نمازیں یاد ہوں اور اس کے باوجود وہ وقتی نماز پڑھتا ہے تو یہ درست نہیں بلکہ وہ وقتی نماز فاسد ہوگی۔ وہ شخص پہلے فوت شدہ پڑھے اور پھر وقتی نماز کو دوبارہ پڑھے مثلاً ایک آدمی صاحب ترتیب ہے، اس کی فجر کی نماز رہ گئی اور ظہر کا وقت آگیا اور اس کو فجر کی فوت شدہ نماز یاد ہے اس کے باوجود وہ پہلے ظہر کی نماز پڑھتا ہے تو یہ ظہر کی نماز فاسد ہوگی۔ وہ پہلے فجر کی فوت شدہ پڑھے اور ظہر کی نماز کو دوبارہ پڑھے۔ اور اگر وقتی نماز پڑھتے وقت اس کو فوت شدہ نماز یاد نہ رہی یا وقت کم باقی رہ گیا جس میں دو نمازیں نہیں پڑھی جاسکتیں تو ایسی صورت میں وہ پہلے وقتی نماز پڑھ لے اور بعد میں فوت شدہ کی قضاء کرے تو درست ہے۔ اس حالت میں اس کے لیے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اور اگر صاحب ترتیب کی ایک یا دو نمازیں رہ گئیں اور وہ ان کو قضا کرنے سے پہلے وقتی نمازیں پڑھتا رہا اور پانچ سے زائد وقتی نمازیں پڑھ لیں اور ان کے بعد وہ قضاء پڑھتا ہے تو وقتی نمازیں درست ہوں گی اور وہ صاحب ترتیب نہ رہے گا اور جب وہ فوت شدہ نمازیں پوری کر لے گا تو پھر صاحب ترتیب ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱۰: اگر کسی شخص کی کئی دنوں یا کئی مہینوں یا کئی سالوں کی نمازیں فوت ہو چکی ہوں اور اس کو دن اور تاریخ یاد ہو تو تعین کر کے ان کو پڑھے یعنی فلاں سال فلاں تاریخ کی فجر کی نماز پڑھتا ہوں جو قضاء کی صورت میں میرے ذمہ ہے۔ اور اگر اس کو تاریخ وغیرہ یاد نہ ہو یا نمازیں اتنی کثرت سے ہوں کہ وہ حتمی فیصلہ نہ کر سکے کہ کتنی ہیں تو پہلے ان کا تخمینہ کرے کہ کتنی ہیں اور پھر اس طرح نیت کر کے قضاء نمازیں تخمینہ کے مطابق مکمل کرے کہ فجر کی پہلی نماز جو میرے ذمہ ہے وہ پڑھتا

ہوں۔ پھر اسی طرح ظہر اور باقی نمازوں کو پڑھے۔ اور ہر نماز کے ساتھ پہلی جو میرے ذمہ ہے، کی نیت کر کے پڑھتا رہے یہاں تک کہ جو تخمینہ اس نے لگایا تھا، اس کے مطابق اس کی نمازیں مکمل ہو جائیں۔ اور ان نمازوں میں تاخیر کرنے کے گناہ کی رب تعالیٰ سے معافی مانگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں

حضرت مولانا ابو الحسنات محمد عبدالحی بن مولانا عبدالحلیم فرنگی علی حنفی ۱۲۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔ فنی علوم اپنے والد صاحب سے حاصل کیے اور سترہ (۱۷) سال کی عمر میں فارغ ہو کر درس و تدریس و تصنیف میں مشغول ہو گئے اور بے شمار علماء و طلبہ نے ان کے درس و تصانیف سے استفادہ کیا۔ بہت تھوڑی عمر میں اتنے کام کر گئے کہ حیرت ہوتی ہے۔ صرف چالیس سال عمر پائی۔ آپ کی وفات ۱۳۰۴ھ کو ہوئی۔ آپ کی تصانیف نہایت گراں قدر علمی جواہر سے مرصع ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ستاسی (۸۷) بتلائی گئی ہے اور مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں ان کتابوں کے نام تحریر ہیں۔ آپ کی کتابوں میں سے دو کتابیں ابراز الفی اور تذکرۃ الراشد مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان مرحوم کے رد اور ان کی تصانیف کے افلاط کے بیان میں ہیں۔ کم عمری کے باوجود آپ کا حلقہ درس بہت وسیع اور نہایت کامیاب تھا۔ فارغ التحصیل علماء کرام تکمیل کے لیے آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ علامہ کوثریؒ نے نصب الرایہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ شیخ محمد عبدالحی لکھنویؒ اپنے زمانہ میں احادیث احکام کے بہت بڑے عالم تھے لیکن آپ کی کچھ آراء شاذہ بھی ہیں جو مذہب میں درجہ قبول سے نازل ہیں اور کچھ کتابوں کے سرسری مطالعہ کی وجہ سے آپ ان کتب سے متاثر ہو گئے تھے اسی لیے بہت سے علماء کرام نے جو ان کتابوں کے اندرونی حالات سے واقف تھے، انہوں نے حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ کے ان کتابوں سے متاثر ہونے کو ان کے علم و فضل کے منصب عالی سے فروتر قرار دیا ہے۔ (مخلص از مقدمہ انوار الباری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذى ازال امور الجاهلية ببعثة خير البرية وجعل لمن تبعه وسلك مسلكه الدرجات العلية اشهد انه لا اله الا هو وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله شهادة تنجيننا من الدركات الدنية واصلى واسلم عليه وعلى آله وصحبه الهادين الى السنن المرضية القامعين للبدعات الردية وعلى من تبعهم باحسان الى يوم حساب الاعمال الجليلة والخفية وبعد فيقول الراجى عفوره القوى ابو الحسنات محمد عبد الحى اللكنوى هذه رسالة وجيزة عجالة مفيدة مسماة برّدع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان الفتها حماية للسنة المحمدية ونصرة للطريقة الاحمدية سائلا من الله

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تمام مخلوق میں سے سب سے بہتر شخصیت کو مبعوث فرما کر جاہلیت کے امور کو ملیا میٹ کر دیا اور اس کے پیروکاروں اور اس کا طریق کار اپنانے والوں کے لیے بلند درجات بنائے۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ ذات و صفات میں یگانہ ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بیشک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، ایسی گواہی جو ہمیں گھنیا مراتب سے نجات دے اور میں درود و سلام پڑھتا ہوں اس (رسول) پر اور اس کی آل و اصحاب پر جو پسندیدہ سنتوں کی جانب راہنمائی کرنے والے اور ہلاکت میں ڈالنے والی بدعت کا قلع قمع کرنے والے ہیں اور ان لوگوں پر بھی جنہوں نے مخفی اور واضح اعمال کے حساب کے دن (قیامت) تک احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی۔

اما بعد ! پس اپنے قوت والے پروردگار کی معافی کا امیدوار ابو الحسنات محمد عبد الحى لکھنوی کہتا ہے کہ یہ مختصر سا رسالہ اور مفید پیشکش ہے جس کا نام ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان ہے۔ (رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے

تعالیٰ ان يجعلها ويجعل سائر تصانیفی نافعة للبرية وموجبة لفوزی بالمراتب السنیه اعلم انهم قد احدثوا فی آخر جمعة شهر رمضان امورا مما لا اصل لها والتزموا امورا لا اصل للزومها فاردت ان اکشف القناع عنها واحقق ما لها وما علیها وابین ما جاز منها وما لم یجز منها مع الانصاف الذی هو خیر الاوصاف والتجنب عن طریق الافراط والتفریط الموجبین للاعتساف فمئها القضاء العمری حدث ذلک فی بلاد خراسان واطرافها وبعض بلاد الیمن واکنافها ولهم فی ذلک طوق مختلفة ومسالك متشتتة فمئهم من یصلی فی آخر جمعة رمضان خمس صلوات قضاء باذان واقامة مع الجماعة ویجھرون فی الجھریة ویسرون فی السریة وینوون لها

ون کی جانبے والی بدعات سے مسلمان بھائیوں کو روکنے میں نے اس کو سنت محمدیہ کی حمایت اور احمدی طریقہ کی تائید کے لیے لکھا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو اور میری باقی تمام تصانیف کو مخلوق کے لیے نافع اور بلند مراتب سے نوازنے کے ساتھ میری کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

آپ اس بات کو اچھی طرح جان لیں کہ رمضان المبارک کے مہینہ کے آخری جمعہ میں لوگوں نے کچھ ایسی بدعات ایجاد کی ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور وہ بعض ایسے امور کا التزام کرتے ہیں جن کے لزوم پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

پس میں نے چاہا کہ ان بدعات سے پردہ ہٹاؤں اور ان کے فوائد اور نقصان کی حقیقت واضح کروں اور ان میں سے جائز اور ناجائز کی وضاحت انصاف کے ساتھ کروں جو کہ بہترین وصف ہے، اور افراط و تفریط کے دونوں پہلوؤں سے اجتناب کروں جو کہ پیشانی کا موجب ہیں۔

قضاء عمری کی بدعت

پس ان بدعات میں سے ایک قضاء عمری ہے۔ یہ بدعت خراسان کے علاقہ اور اس کے اطراف میں اور یمن کے بعض شہروں اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں

بقولہم نوبت ان اصلی اربع رکعات مفروضۃ قضاء لما فات من الصلوات فی تمام العمر ماضی وبعثتوں انها کفارة لجميع الصلوات الفائتة فیما ماضی ومنهم من یصلی اربع رکعات نفلا مع الجماعة تداعیا وینوون بقولہم نوبت ان اصلی اربع رکعات تقصیرا وتکفیرا لقضاء ما فات منی فی جمیع عمری صلوۃ النفل ومنهم من زاد نعمة واعتقد انها کفارة لفوائت آباء وواجداه ایضا وقد نقلوا لاثبات ما فعلوا عبارات وذكروا فیہ روایات ففی زاد اللیب ذکر نماز کفارہ نمازہا کہ قضا شدہ باشند از نسخہ شیخ الاسلام والمسلمین رئیس الاولیاء ومقتدی الاولاد شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہ کہ برائے سلطان قطب الدین تبرک و ہدیہ آورده بودند واستاد ایں نماز از حضرت رسالت پناه ﷺ منقولست ہر کہ را نمازہا قضا شدہ باشند و نداند

رانج ہے۔ اور ان کے اس کے بارہ میں طریقے بھی مختلف ہیں اور نظریات بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔

پہلا نظریہ: پس ان میں سے کچھ لوگ تو رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو قضاء کی نیت سے پانچ نمازیں باجماعت اذان واقامت کے ساتھ پڑھتے ہیں اور جری نمازوں (فجر، مغرب اور عشاء) میں قراءت جبر سے اور سری نمازوں (ظہر وعصر) میں قراءت آہستہ کرتے ہیں اور یہ نماز پڑھنے والا ان الفاظ کے ساتھ نیت کرتا ہے کہ میں چار رکعت فرض ان تمام نمازوں کی قضا کی نیت سے پڑھتا ہوں جو زندگی بھر مجھ سے چھوٹ گئی ہیں اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ نماز اس کی تمام اس جیسی نمازوں کی کفارہ بن جاتی ہے جو اس کی قضا ہو گئی تھیں۔ (مثلاً فجر پڑھنے سے فجر کی تمام قضا شدہ نمازوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور اسی طرح دوسری ہر نماز کے بارہ میں یہ اعتقاد رکھتے تھے)

دوسرا نظریہ: اور ان میں سے کچھ لوگ نفل کی نیت سے جماعت کے ساتھ چار رکعت ادا کرتے ہیں اور اس کے لیے لوگوں کو بلایا جاتا ہے اور وہ ان الفاظ سے نیت کرتے ہیں کہ میں اپنے ذمہ سے بوجھ کم کرنے اور اپنی زندگی میں تمام فوت شدہ نمازوں کے کفارہ کے طور پر چار رکعت نفل نماز پڑھتا ہوں۔

کہ اعداد چند است باید کہ روز جمعہ چار رکعت نفل بیک سلام بگزارد و در ہر رکعت بعد از فاتحہ آیت الکرسی ہفت بار وانا اعطینا پانزدہ بار بخواند و امیر المؤمنین علیؑ گفت از پیغمبر شنیدہ ام اگر ہفت صد سال نماز وے قضاء شدہ باشد کفارہ شود یا ران گفتند یا رسول اللہ عمر آدمی ہفتاد و یا ہشتاد سال است چندین صفت چیت؟ رسول اللہؐ فرمود نمازے کہ او قضاء کردہ باشد و نماز مادر و پدر و نمازہا کہ از فرزندان او قضا شدہ اند ہمہ قبول افتند و نیت این نماز این است نوبت للہ ان اصلی اربع رکعات تقصیرا او تکفیرا لقضاء ما فات منی فی جمیع عمری صلوة نفل انتہی و مثله فی انیس الواعظین و حاصل ما فیہ معربا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من فاتتہ صلوات ولا یدری عددها فلیصل يوم الجمعة اربع رکعات نفلا بسلام واحد و یقرء فی کل رکعة بعد

تیسرا نظریہ : اور ان میں سے کچھ لوگ ترنم کے انداز میں کچھ پڑھنے کا اضافہ کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ چار رکعات صرف ان کی ہی نہیں بلکہ ان کے آباؤ اجداد کی فوت شدہ نمازوں کا بھی کفارہ بن جاتی ہیں اور اپنے اس عمل کے اثبات کے لیے کچھ بزرگوں کی عبارات نقل کرتے ہیں اور اس بارہ میں کچھ روایات بھی ذکر کرتے ہیں۔

قضاء عمری کے دلائل

پہلی دلیل : پس زاد الیلب میں ہے کہ فوت شدہ نمازوں کے کفارہ کی نماز کا ذکر شیخ الاسلام والمسلمین رئیس الاولیاء اور بڑے بڑے لوگوں کے پیشوا شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہ کی ان کتابوں میں سے ایک کتاب سے ہے جو کہ سلطان قطب الدین کو تبرک اور ہدیہ پیش کی گئی تھیں۔ اور یہ نماز حضور نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ جس شخص کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور وہ جانتا نہ ہو کہ ان فوت شدہ نمازوں کی تعداد کتنی ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ جمعہ کے دن چار رکعت نفل ایک سلام سے ادا کرے

الفاتحة آية الكرسي سبع مرات وانا اعطينك الكوثر خمس عشر مرة قال علي بن ابي طالب سمعت رسول الله ان فاتته صلوات سبعمائة سنة كانت هذه الصلوة كفارة لها قالت الصحابة انما عمر الانسان اى من هذه الامة سبعون سنة او ثمانون فقال رسول الله كانت كفارة لما فاتته وما فات من الصلوات من ابيه وامه ولفوائت اولاده ونية هذه الصلوة ان يقول نويت ان اصلى اربع ركعات تقصيرا وتكفيرا لقضاء ما فات منى فى جميع عمرى صلوة نفل متوجها الى الكعبة وفى اوراد راحة العابدين در مصالح مذکوره ست هر که در آخر روز جمعه از ماه رمضان چار رکعت نماز گزارد پیش از نماز ظهر که آنرا قضائے عمری نامند گویند در جمیع عمرش که نماز ناته شده باشد بجای آنکه وازیں نماز ادا شوند پیشگ گفته اند

اور ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سات مرتبہ آیت الکرسی اور پندرہ مرتبہ سورۃ الکوثر پڑھے اور امیر المومنین حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے پیغمبر ﷺ سے سنا ہے کہ اگر سات سو سال کی نمازیں بھی قضا ہو گئی ہوں تب بھی یہ چار رکعت ان کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ ساتھیوں نے کہا یا رسول اللہ آدمی کی عمر ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) سال ہے تو اس نماز کے اس قدر درجہ کا مطلب کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی اور اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد کی جو نمازیں قضا ہو گئی ہوں یہ چار رکعت ان سب کی جانب سے کفارہ بن جاتی ہیں اور سب کی جانب سے قبول ہو جاتی ہیں۔ اور اس نماز کی نیت یہ ہے ”میں اپنے ذمہ سے بوجھ کم کرنے اور اپنی ساری زندگی کی قضا شدہ نمازوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے چار رکعت نماز نفل اللہ کے لیے ادا کرتا ہوں۔“ انتہی (بہال تک زاوالیسب کی عمارت مکمل ہو گئی)

دوسری دلیل: اور اسی کے مثل انیس الواعظین میں ہے۔ اور عربی زبان میں اس کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ پیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی نمازیں فوت ہو جائیں اور وہ ان کی تعداد نہ جانتا ہو تو چاہئے کہ وہ جمعہ کے دن چار رکعت نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھے اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی

اتفاقیت و کدائی از اہل سنت والجماعت در وے اختلاف مکروہ اند و نخواہند کرد و ہر کہ ابا کند ضل و مضل ست و از دائرہ اسلام خارج و اما در ادا کردن جماعت اختلاف ست میان علماء بعضی می گویند جماعت مکروہ است گزاردن وے کہ اوئے نفل پامامت مکروہ است و بعضی می گویند کہ گزاردن او بوصف مذکورہ مکروہ نیست کہ دریں نماز مدخل فوائد ست و بریں قول گزاردن فوائد جماعت صحیح غیر مکروہ است چنانچہ در کتب فقہ مشہور ست و بریں فتویٰ دادہ خلف بن ایوب کہ یکے از تلافیہ امام اعظم ست و در فتاویٰ واجد الدین نسفی در باب نوافل ست کہ در بلاد عرب اولی آنست کہ یگان یگان گزارند کہ ایشان در کلام و زبان فصاحت و بلاغت دارند و قراءۃ قرآن بخوبی می کنند اما در بلاد عجم علی الخصوص در عہد میان اصح و اولی آنست کہ جماعت گزارند کہ اکثر عجم از قدر قرآن قدر ما یجوز بہ الصلوۃ ندانند و خارج حروف نشناسند انتہی و حاصل ما

سات مرتبہ اور سورۃ الکوتر پندرہ مرتبہ پڑھے۔ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اگر سات سو سال کی نمازیں بھی فوت ہو جائیں تو یہ نماز ان تمام کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ صحابہ نے کہا کہ اس امت کے افراد کی عمریں تو ستر

(۷۰) یا اسی (۸۰) سال ہوں گی (تو پھر سات سو سال کی نمازوں کا کفارہ بن جانے کا کیا مطلب ہے؟) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ نماز اس کی اور اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد کی قضا شدہ نمازوں کا کفارہ ہو جاتی ہے اور اس نماز کی نیت یہ ہے کہ کہے کہ ”کعبہ کی جانب منہ کرتے ہوئے اپنے ذمہ سے بوجھ کم کرنے اور اپنی ساری عمر کی فوت شدہ نمازوں کے کفارہ کے لیے چار رکعت نفل ادا کرتا ہوں“۔

تیسری دلیل: اور ادرارۃ العابدین میں ہے کہ مصباح میں مذکور ہے کہ جس شخص نے ماہ رمضان کے آخری جمعہ کو ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت نماز ادا کی جس کو قضاء عمری کہتے ہیں تو اس کی ساری عمر میں جتنی نمازیں فوت ہوئی ہوں تو وہ برابر ہو جاتی ہیں اور اس نماز سے ادا ہو جاتی ہیں۔ اور بیشک کہتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے اور اہل سنت والجماعت میں سے کسی نے بھی اس کے بارہ میں نہ اختلاف کیا ہے اور نہ کریں گے۔ جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے اور

فیه معربا من صلی فی آخر جمعة من رمضان اربع رکعات قبل الظهر وهو المسمى بالقضاء العمری كانت كفارة لفوائت جميع عمره قالوا وهذا لا شبهة فیه وهو اتفاقى لم يختلف فیه احد من اهل السنة والجماعة ولا يختلفون ومن انكره فهو ضال مضل وخارج عن دائرة الاسلام واما اداؤها بالجماعة ففیه اختلاف قال بعضهم اداؤها بالجماعة مکروه لان اداء النفل بالجماعة مکروه وقال بعضهم لا یکره اداء الصلوة المذكورة بالوصف المذكور بالجماعة لان فیه دخلا للفوائت واداء الفوائت بالجماعة صحیح غیر مکروه علی ما فی کتب الفقه ویه افتی خلف بن ایوب احد تلامذة الامام الاعظم و ذکر فی فتاوی واجد الدین النسفی ان الاولی فی بلاد العرب ان

وائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور رہا اس نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا تو اس پارہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروه ہے کیونکہ نوافل کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروه ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کی وصف جو بیان کی گئی ہے اس کی وجہ سے اس کو باجماعت ادا کرنا مکروه نہیں ہے کیونکہ یہ نماز فوت شدہ نمازوں میں داخل ہے اور اس قول کی وجہ یہ ہے کہ فوت شدہ نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا صحیح غیر مکروه ہے جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مشہور ہے اور اسی پر خلف بن ایوب نے فتویٰ دیا ہے جو کہ امام اعظمؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

چوتھی دلیل : اور واجد الدین نسفی کے فتاویٰ میں نوافل کے باب میں ہے کہ عرب کے علاقہ میں بہتر یہ ہے کہ اس (قضاء عمری کی رکعات) کو اکیلے اکیلے ادا کریں کیونکہ یہ لوگ کلام اور زبان میں فصاحت اور بلاغت رکھتے ہیں اور قرآن کو اچھی طرح پڑھتے ہیں۔ بہر حال عرب کے علاوہ دیگر علاقوں میں بالخصوص ہمارے زمانہ میں زیادہ صحیح اور بہتر یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ ادا کریں کیونکہ عجم (غیر عرب) کے اکثر لوگ قرآن کو اس انداز سے نہیں پڑھ سکتے کہ اس کے ساتھ نماز جائز ہو سکے اور

یودوها فرادی فرادی لکونہم فصحاء وبلغاء و یقرؤن القرآن باحسن وجہ واما فی بلاد العجم لا سیمافی زماننا فالاصح والاولی ان یؤدوها بالجماعة لان اکثرہم لا یعرفون مخارج الحروف ولا یقرؤن القرآن علی الوجہ الحسن وفی مفتاح الجنان فضیلت نمازہا کہ قضا بسیار شدہ باشند وعدہ آن نداند روز جمعہ پیش از نماز جمعہ یا ہر وقتے کہ تواند چار رکعت نماز بیک سلام بگزارد ودر ہر رکعت بعد از فاتحہ آیت الکرسی یک بار وسورۃ الکوثر پانزدہ بار بخواند۔ ابو بکر صدیقؓ گفت من شنیدم از رسول ہر کہ اس نماز بگزارد دو بست سال نمازہا کفارہ شوند و بروایت عمرؓ چار صد سال نماز قضا کفارت شوند و بروایت عثمانؓ شش صد سال نمازہا کفارت شوند و بروایت علیؓ ہفت صد سال نمازہا کہ قضا شدہ باشند کفارت شوند یاران پر سیدند یا رسول اللہ عمر آدمی ہفتاد یا ہشتاد سال باشد چندین نماز

حروف کے مخارج کو بھی نہیں پہچانتے۔ انتہی (یہاں تک اور ادراحتہ العابدین

کی عبارت مکمل ہو گئی) اور عربی زبان میں اس کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے (آگے عربی عبارت پیش کی ہے جس کا ترجمہ وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ مترجم)

پانچویں دلیل: اور مفتاح الجنان میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جب فوت شدہ نمازیں بہت سی ہوں اور ان کی تعداد نہ جانتا ہو تو جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے یا جس وقت بھی ہو سکے، چار رکعت ایک سلام کے ساتھ ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک دفعہ آیت الکرسی اور پندرہ دفعہ سورۃ الکوثر پڑھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جس نے یہ نماز ادا کی تو یہ نماز بائیس سال کی نمازوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی روایت کے مطابق چار سو سال کی نمازوں کا اور حضرت عثمانؓ کی روایت کے مطابق چھ سو سال کی نمازوں کا اور حضرت علیؓ کی روایت کے مطابق سات سو سال کی فوت شدہ نمازوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ، آدمی کی عمر ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) سال ہوگی تو اس قسم کی نماز کیسی ہے؟ تو فرمایا کہ اس کی اپنی اور اس کے ماں باپ اور دوا پر دوا اور اولاد کی نمازوں کا کفارہ بھی بن جاتی ہے۔ انتہی (یہاں تک مفتاح

چیت؟ فرمود نماز ہائے مادر و پدر و جد و خویشتن و فرزند ان کفارت شوند و قبول امتد
انتھی و حاصلہ معربا ان من فائت له صلوات کثیرة ولا یعلم عددها
فلیصل يوم الجمعة قبل صلوة الجمعة او ای وقت شاء اربع رکعات
بتحریمه واحدة و یقرء فی کل رکعة بعد الفاتحة آية الكرسي مرة
وسورة الكوثر خمس عشر مرة قال ابو بکرؓ سمعت رسول اللہ من
صلی هذه كانت له كفارة لصلوات اثنین وعشرین سنة وفی رواية
عمرؓ لصلوات اربع مائة سنة وفی رواية عثمانؓ لصلوات ست مائة سنة
وفی رواية علیؓ لصلوات سبع مائة سنة قالوا یا رسول اللہ انما عمر
الانسان سبعون او ثمانون فقال تكون هذه الصلوة كفارة لصلواته
الفائتة وفوائت امه وابیه وجده وابنائہ وصهره وهذه العبارات قد

البحان کی عبارت مکمل ہو گئی) اور عربی میں اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے (آگے عربی
پیش کی ہے جس کا ترجمہ وہی ہے جو بیان ہوا۔ عربی عبارت میں وصہرہ کے الفاظ
بھی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ قضاء عمری کی چار رکعت ادا کرنے والے کے ماں
باپ، دادا پر دادا اور اولاد کے علاوہ سسرالی اور دامادی رشتہ داروں کی فوت شدہ نمازوں کا
بھی یہ نماز کفارہ بن جاتی ہے۔ مترجم)

اور یہ عبارات مجھے بہت بڑے فاضل جلیل القدر عالم المولوی ابو الطیب احمد
بن المولوی عبد اللہ سکندر پوری ہزاروی نے بتائیں جبکہ وہ میرے پاس شرح ملخص
چشمینی وغیرہ جیسی کتابوں کی تکمیل کے لیے حاضر ہوئے اور میرے حلقہ درس میں کافی
مدت تک رہے اور اس عرصہ میں جو حاصل کرنا تھا، وہ میرے ہاں انہوں نے حاصل
کیا۔ اور وہ رسالہ (جس کی یہ عبارات ہیں) اس علاقہ میں بہت ہی قلیل قدر تالیف
سمجھا جاتا ہے۔ اور اس نے مجھے بتایا کہ اس کے شر کے آس پاس کے عوام بلکہ اس کی
رہائش گاہ کے پہلو میں کچھ خواص بھی بڑے اہتمام سے اس نماز کا اہتمام کرتے ہیں
اور اس کو التزام سے ادا کرتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو جان بوجھ کر اپنی نمازیں
اس خیال سے قضا کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں قضاء عمری پڑھ

اوقفنی علیہا الفاضل النبیل العالم الجلیل المولوی ابو الطیبات
احمد ابن المولوی عبد اللہ السکنر فوری الہزاروی حین حضر
عندی لتکمیل بقیہ کتبہ کشرح ملخص الجعمنی وغیر ذلک وقام
فی مجالس درسی مدہ وحصل عندی ما حصل برہہ وهو الذی اثر
علی التالیف رسالۃ فیما ہنا لک و ذکر لی ان عوام اطراف بلدتہ بل
بعض خواص اکناف مستقرہ یهتمون بہذہ الصلوۃ غایۃ الالہتمام و
یودونها بالالزام بل منهم من یقضی صلواتہ عمدا ظنا انہ یصلی
القضاء العمری فی جمعۃ رمضان فیکون ذلک کفارۃ واقول معتصما
بحبل اللہ المتین کل ما یفعلونہ ویعتقدونہ من حرکات الغافلین اما
صنیعہم من ترک الصلوۃ عمدا متعمدا " علی القضاء العمری فہو من

لیں گے تو وہ ان نمازوں کا کفارہ ہو جائے گی۔

دلائل کے جوابات

میں اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے کتا ہوں کہ یہ سارا
کچھ جو وہ کرتے ہیں اور اس کا اعتقاد رکھتے ہیں، یہ نالوان لوگوں کی حرکات میں سے
ہے۔

قضاء عمری کی خاطر جان بوجھ کر نماز قضا کرنا

بہر حال قضاء عمری کی خاطر جان بوجھ کر نمازیں قضا کرنے کی کارروائی تو بہت قبیح
بات ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ آدمی اور کفر کو ملائے والی چیز نماز کا
چھوڑنا ہے۔ اس روایت کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ
کفر و ایمان اور آدمی کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے (یعنی نماز چھوڑنے والا کفر کی جانب
اور نماز ادا کرنے والا ایمان کی جانب ہوگا۔ مترجم)

اور ابو داؤد و نسائی کی روایت میں ہے کہ بندے اور کفر کو ملائے والی چیز صرف

اقبح القبائح فقد ورد عن النبی صلعم بین الرجل والکفر ترک الصلوة اخرجہ احمد وفی رواية مسلم بین الرجل و بین الشکر والکفر ترک الصلوة وفی رواية ابی داؤد والنسائی لیس بین العبد و بین الکفر الا ترک الصلوة وفی رواية الترمذی بین الکفر والایمان ترک الصلوة وفی رواية الطبرانی من ترک الصلوة متعمدا فقد کفر جہارا وفی رواية ابن ماجہ والبیہقی من ترکها متعمدا فقد برئت منه الذمة وعند البزار سند حسن من ترک الصلوة لقی اللہ وهو علیہ غضبان وعند البزار لا سهم فی الاسلام لمن لا صلوة له ولا صلوة لمن لا وضوء له وفی الباب اخبار كثيرة وآثار شهيرة قال ابن حجر المکی الہیثمی فی الزواجر عن اقتراف الکبائر بعد ذکر کثیر منها

نماز کو چھوڑنا ہے۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز کا چھوڑنا ہے۔ اور طبرانی کی روایت میں ہے جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی، اس نے کھلے طور پر کفر کیا۔ اور ابن ماجہ اور بیہقی کی روایت میں ہے جس نے نماز کو جان بوجھ کر چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے بری ہو جاتا ہے۔ اور مسند بزار میں حسن درجہ کی سند کے ساتھ روایت ہے کہ جس نے نماز کو چھوڑا تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ رب تعالیٰ اس پر ناراض ہوں گے۔ اور مسند بزار میں یہ روایت بھی ہے کہ جس نے نماز نہ پڑھی، اس کا اسلام میں کوئی حصہ ہی نہیں ہے اور جس نے وضو نہ کیا تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس بارہ میں احادیث بکثرت اور مشہور اقوال موجود ہیں۔

ابن حجر المکی الہیثمی نے اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر میں اس بارہ میں بہت سے اقوال ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ نماز چھوڑنے والے کے کافر ہو جانے کے بارہ میں علماء کا اختلاف ہے اور پہلے بہت سی احادیث میں اس کے کافر اور مشرک ہو جانے کی تصریح گزر چکی ہے۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذمہ اس سے بری ہو جاتا ہے اور اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور یہ بھی کہ بے

اختلف العلماء ومن بعدهم فى كفر تارك الصلوة وقد مر فى الاحاديث الكثيرة السابقة التصريح بكفره وشركه وخروجه عن الملة وبانه تبرأ منه ذمة الله ورسوله وبانه يحبط عمله وبانه لا دين له وبانه لا ايمان له وينحو ذلك ومن التغليظات واخذ بظاهره جماعة من الصحابة والتابعين ومن بعدهم فقالوا من ترك صلوة متعمدا حتى خرج جميع وقتها كان كافرا مراق الدم منهم عمر وعبد الرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وابو هريرة وابن مسعود وابن عباس وجابر وابو الدرداء ومن غير الصحابة احمد بن حنبل واسحق بن

نماز کا نہ کوئی دین ہے اور نہ کوئی ایمان اور اس جیسی اور بھی تشدیدات مذکور ہیں۔ اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین کی ایک جماعت نے ان روایات کے ظاہر کو لیتے ہوئے یہ قول کیا کہ جس نے نماز کو جان بوجھ کر چھوڑا یہاں تک کہ نماز کا سارا وقت نکل گیا تو وہ شخص کافر اور مباح الدم ہو جاتا ہے۔ یہ قول کرنے والے صحابہ میں سے حضرت عمرؓ، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ ہیں۔ اور صحابہ کے علاوہ دیگر بزرگان دین میں سے امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحق بن راہویہؒ، امام عبد اللہ بن المبارکؒ، امام نخعیؒ، امام ابن عیینہؒ، امام ایوبؒ، سختیانیؒ، امام ابو داؤد الیالیؒ، امام ابو بکر ابن ابی شیبہؒ اور زہیر بن حربؒ وغیرہم ہیں۔ یہ سب بزرگ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کے کفر اور اس کے مباح الدم ہونے کے قائل ہیں۔ اور محمد بن نصر المروزی نے فرمایا ہے کہ امام اسحق نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ بہر حال امام شافعیؒ اور دوسرے حضرات اگرچہ تارک صلوٰۃ کے کفار ہونے کے قائل نہیں جبکہ وہ ترک کو حلال نہ سمجھتا ہو، وہ اس کے قائل ہیں کہ ایک نماز کو چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے۔ پس جب ایک شخص کو وقت کے اندر اندر نماز کا حکم دیا گیا اور اس نے نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ وقت نکل گیا پھر اسے کہا گیا تو اس نے انکار کر دیا تو اس کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے۔ انتہی (یہاں

راہویہ وعبد اللہ بن المبارک والنخعی وابن عیینہ وایوب
السختیانی و ابو داؤد الطیالسی و ابو بکر بن ابی شیبہ وزہیر بن
حروب و غیرہم فہولاء الا نعمة قائلون بکفر تارک الصلوۃ و باباحہ دمہ
وقال محمد بن نصر المروزی قال اسحق صبح عن النبی صلعم ان
تارک الصلوۃ کافر واما الشافعی و آخرون فانہم وان قالوا بعدم کفرہ
اذا لم يستحل الترك لكنهم قائلون بانه يقتل بترك صلوۃ واحدة فاذا
امر بها فی وقتها حتی خرج ولم يصلها ثم قيل له صلها و ابی ضرب
عنقه بالسيف انتهى واما اعتقادہم فی ان صلوۃ رمضان وان كانت
فريضة فضلا عن غيرها تعدل كثيرا من الصلوات فهو قبيحة ثانية
قال فی الفتاویٰ البزازیۃ لا یصلی الا فی رمضان لا غیرہ وبقول اس

تک ابن حجر مکی کی عبارت مکمل ہو گئی رمضان المبارک کی نماز کو باقی بہت سی نمازوں کی جگہ قرار دینے کا نظریہ

بہر حال ان کا یہ اعتقاد کہ رمضان المبارک کی نماز اگرچہ فرض ہے مگر غیر
رمضان کی نماز پر فضیلت رکھتی ہے اور بہت سی نمازوں کے برابر ہوتی ہے تو یہ
دوسری خرابی ہے۔ (یعنی رمضان المبارک کی نماز کو تعداد میں بہت سی نمازوں کی جگہ
سمجھنا کہ اس کی ایک نماز ذمہ میں ستر نمازوں کی جگہ کافی ہے تو یہ درست نہیں ہے)
فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ کوئی شخص صرف رمضان المبارک میں نماز پڑھتا ہے
اس کے علاوہ نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہے یا کہتا ہے کہ رمضان میں ایک
نماز ستر نمازوں کے برابر ہوتی ہے (تو باقی دنوں میں نماز کی ضرورت نہیں) تو ایسا شخص
کافر ہو جاتا ہے۔ انتہی (یہاں تک فتاویٰ بزازیہ کی عبارت مکمل ہو گئی ہے) اور
فصول العمادیہ میں ہے کہ ایک شخص صرف رمضان میں نماز پڑھتا ہے باقی دنوں میں
نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہے یا کہتا ہے کہ زندگی بھر کی نمازوں کا جو ثواب بنتا

خود بسیار ست او يقول صلوة فی رمضان تعدل سبعین صلوة یکفر انتھی
 و فی الفصول العمادیة رجل یصلی فی رمضان لا غیر ویقول این خود
 بسیار ست او يقول زیادت می آید لان کل صلوة فی رمضان یساوی
 سبعین صلوة یکفر انتھی ومثله فی جامع الفصولین و فی خزانه
 المفتین رجل یصلی فی رمضان لا غیر ویقول این خود بسیار ست او
 صلی الی غیر القبلة متعمدا فوافق ذلک القبلة او صلی بغیر وضوء
 متعمدا او صلی الی غیر القبلة علی وجه الاستهزاء و الاستخفاف
 صار کافرا فی الفصول کلها انتھی و فی کشف الوقایة رجل صلی فی
 رمضان لا غیره ویقول این خود بسیار ست او يقول زیادت می آید لان کل
 صلوة فی رمضان یساوی سبعین صلوة یکفر انتھی و فی الفتاوی

ہے، اس سے زیادہ حاصل ہو گیا ہے اس لیے کہ رمضان میں ہر نماز ستر نمازوں کے
 برابر ہوتی ہے (تو سال بھر میں فجر کی مثلاً" تین سو ساٹھ نمازیں ذمہ ہوتی ہیں جبکہ
 رمضان المبارک کے تیس ایام میں فجر کی نمازیں ادا کرنے سے اکیس سو بن جاتی ہیں۔
 مترجم) تو ایسا قول کرنے کی وجہ سے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ انتھی (الفصول العمادیہ کی
 عبارت مکمل ہو گئی) اور اسی کے مثل جامع الفصولین میں ہے۔

اور خزانه المفتین میں ہے کہ ایک شخص صرف رمضان میں نماز پڑھتا
 ہے اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہے یا جان بوجھ کر قبلہ کی بجائے دوسری طرف نماز پڑھتا
 ہے مگر اتفاق سے اس کا منہ قبلہ کی طرف ہی ہوا یا جان بوجھ کر بے وضو نماز پڑھتا ہے
 یا مذاق یا استخفاف کے طور پر قبلہ کے علاوہ کسی دوسری جانب منہ کر کے نماز پڑھتا ہے
 تو ان تمام صورتوں میں وہ کافر ہو جاتا ہے۔ انتھی (خزانه المفتین کی عبارت
 مکمل ہوئی) اور کشف الوقایہ میں ہے کہ ایک آدمی صرف رمضان میں نماز پڑھتا ہے
 اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہے یا کہتا ہے کہ اصل سے زیادہ حاصل ہو گیا ہے اس لیے کہ
 رمضان میں ہر نماز ستر نمازوں کے برابر ہو جاتی ہے تو ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے۔
 انتھی (کشف الوقایہ کی عبارت مکمل ہوئی) اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ ایک آدمی

العالمگیریہ رجل یصلی فی رمضان لا غیر ویقول ایں خود بسیار ست او یقول زیادت می آید لان کل صلوٰۃ فی رمضان تساوی سبعین صلوٰۃ یکفر انتھی فان قلت کیف هذا وقد اخرج العقیلی وضعفه وابن خزیمة فی صحیحہ والبیہقی والخطیب والاصبہانی فی الترغیب عن سلمان الفارسی قال خطبنا رسول اللہ صلعم فی آخر یوم من شعبان فقال یا ایہا الناس قد اظلمکم شهر عظیم شهر مبارک شهر فیہ لیلۃ خیر من الف شهر جعل اللہ صیامہ فریضۃ و قیام لیلہ تطوعا من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادى فریضۃ فیما سواہ ومن ادى فریضۃ فیہ کان کمن ادى سبعین فریضۃ فیما سواہ الحدیث ذکرہ بطولہ الحافظ السیوطی فی تفسیرہ الدر المنثور قلت هذا امر

صرف رمضان المبارک میں نماز پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہے یا کہتا ہے کہ اصل سے زیادہ حاصل ہو گیا ہے اس لیے کہ رمضان میں ہر نماز ستر نمازوں کے برابر ہوتی ہے تو ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے۔ انتھی (فتاویٰ عالمگیریہ کی عبارت مکمل ہوئی) اعتراض: پس اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے (کہ رمضان کی نماز کو غیر رمضان کی ستر نمازوں کے برابر قرار دینے والے کو کافر کہا جائے) حالانکہ عقیلی نے حدیث پیش کی ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور امام بیہقی اور خطیب بغدادی نے اپنی کتابوں میں اور اصہبانی نے الترغیب میں حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں شعبان کے آخری دن خطبہ دیا تو فرمایا ”اے لوگو! بیشک عظیم اور مبارک مہینہ آگیا ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو قرض اور رات کے قیام کو نفل قرار دیا ہے۔ جو شخص نیکی کے کسی نقلی عمل کے ذریعہ تقرب حاصل کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جس نے رمضان میں کوئی فریضہ ادا کیا تو وہ ایسے شخص کی طرح ہے جس نے غیر رمضان میں ستر فرائض ادا کیے ہوں۔ (الحدیث) حافظ سیوطی

آخر فانهم لا ينكرون فضل صلوة رمضان وبلوغ فرضه ثوابا الى سبعين فريضة في غير رمضان بل غرضهم ابطال قول من يقول ان صلوة رمضان تعدل سبعين صلوة معادلة حقيقية ويقوم مقامها وانها مجزية عن سبعين صلوة وانما حكموا بكفر من اعتقد هذا وترك الصلوة متعمدا على هذا لا بكفر من اعتقد حصول زيادة الثواب فانه فضل العزيز الوهاب ولهذا قال على القارئ في المرقاة شرح المشكوة عند البحث في مضاعفة الثواب في مسجد مكة والمدينة ثم المراد بالتضعيف السابق في الاجر دون الاجزاء باتفاق العلماء فالصلوة في احد المساجد الثلاثة لا يجزى عن اكثر من واحدة اجماعا وما اشتهر على الهيئة العوام ان من صلى داخل الكعبة اربع

نے اپنی تفسیر در منشور میں اس روایت کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

جواب : میں اس اعتراض کے جواب میں کہتا ہوں کہ یہ اور معاملہ ہے۔ (یعنی رمضان المبارک کی نماز کو باقی دنوں کی نماز سے اجر و ثواب میں ستر گنا ماننا اور بات ہے اور رمضان المبارک کی نماز کو ستر نمازوں کی جگہ قرار دے کر نمازوں کو چھوڑنا اور بات ہے) پس بیشک یہ (علماء جن کے اقوال نقل کیے گئے ہیں) نہ تو رمضان کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اس کا ثواب غیر رمضان کی ستر نمازوں کے برابر ہونے کا انکار کرتے ہیں بلکہ ان حضرات کا مقصد ان لوگوں کے قول کو باطل کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رمضان کی نماز حقیقتاً ستر نمازوں کے برابر ہو جاتی ہے اور یہ نماز ان کے قائم مقام ہوتی ہے اور ستر نمازوں کے بدلے کافی ہوتی ہے اور پختہ بات ہے کہ ان حضرات نے ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا ہے جو اس کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس وجہ سے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑتا ہے۔ اس شخص پر کفر کا حکم نہیں لگاتے جو ثواب کے زیادہ حاصل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے کیونکہ یہ تو عزیز اور وہاب ذات کی جانب سے فضل ہے۔ اور اسی لیے ملا علی قاریؒ نے المرقاة فی شرح المشکوة میں مکہ اور مدینہ کی مساجد میں نماز کا ثواب کئی گنا زیادہ ہونے کی بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ جس تضعیف (کئی گنا ثواب) کا

رکعات یکون قضاء الدهر باطل لا اصل له انتھی واما ظنهم بان
صلوة واحدة او صلوات خمسة تجزی عن جميع فوائت عمره فهو
شناعة ثالثة لوجه احدها ان هذا امر لم يعهد نظيره فی الشرع فلم
یرد فيه عبادة تكون قائمة مقام عبادات كثيرة و مجزية عنها وثانيها
ان القضاء دين من ديئون الله فی ذمة عباده وقد تقرر فی مقره ان الدين
لا يسقط عن ذمة المديون الا بالاداء او البراء ومن المعلوم ان اداء
صلوة واحدة او صلوات خمسة ليس باداء لصلوات كثيرة ولم يوجد
الابراء فكيف يصح الاجزاء وثالثها ان القضاء عبارة عن تسليم
مثل الواجب كما نصت عليه ائمة الاصول والمثلية بين صلوة واحدة
او صلوات خمسة لصلوات كثيرة غير معقول الا ترى انه لو ادى من

پہلا ذکر ہوا ہے، اس کے بارہ میں علماء کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد اجر میں
تضعیف ہے نہ کہ اجزاء میں۔ پس ان تین مساجد (مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد
اقصی) میں سے کسی ایک میں ایک نماز بالاجمع صرف ایک ہی نماز ہوگی، ایک سے
زائد کی جانب سے کافی نہ ہوگی۔ اور بہر حال جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے کہ جس
نے کعبہ کے اندر چار رکعت ادا کیں تو وہ زندگی بھر کی نمازوں کی قضا بن جاتی ہے تو یہ
نظریہ باطل ہے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ انتھی (حضرت ملا علی قاریؒ کی
عبارت مکمل ہوئی)

ایک نماز یا پانچ نمازوں کو عمر بھر

کی نمازوں کی قضا سمجھنے کا نظریہ

اور بہر حال ان لوگوں کا خیال کہ بیشک ایک نماز یا پانچ نمازیں ساری عمر کی فوت
شدہ نمازوں کی جانب سے کافی ہو جاتی ہیں تو یہ تیسری خرابی ہے۔ اور یہ کئی وجہ سے
فبیح ہے۔

علیہ اربع رکعات ثلاث رکعات او خمس رکعات لا یکون ذلک مجزیا فکیف یکون فی رکعات عدیده اجزاء عن آلاف رکعة و رابعها ان قضاء الفرض فرض بالنص ومن المعلوم ان الفروض متزاحمة فلا بد من تعیین ما یرید ادائه حتی تبرء ذمته فان فرضا من الفروض لا یتادی بنية فرض آخر کما نص علیہ فی التبيين فکیف یمکن ان تتادی صلوات کثیرة غیر معينة بصلوة واحدة وخامسها انه ذکر فی الظهيرية والبحر الرائق وغيرهما انه لو كانت الفوائت کثیرة فاشغل بالقضاء یحتاج الی تعیین الظهر والعصر وینوی ایضا ظهر یوم کذا فان اراده تسهیل الامر ینوی اول ظهر علیہ او آخر ظهر علیہ انتهى فکیف یمکن ان تبرء الذمة بالواحدة

پہلی وجہ : بیشک یہ ایسی بات ہے جس کی مثال شریعت میں نہیں ملتی کیونکہ شریعت میں کوئی ایک عبادت ایسی نہیں ہے جو کئی عبادت کے قائم مقام ہو اور ان کی جانب سے کافی ہو۔

دوسری وجہ : بیشک قضا تو اللہ تعالیٰ کا بندے کے ذمہ قرض ہے اور یہ بات اپنے مقام میں پختہ ہے کہ بیشک قرض مدیون کے ذمہ سے صرف ادا کرنے یا صاحب حق کے بری کرنے کے ساتھ ہی ساقط ہوتا ہے اور یہ واضح بات ہے کہ ایک نماز یا پانچ نمازوں کا ادا کرنا بندے کے ذمہ بے شمار نمازوں کا ادا کرنا تو قرار نہیں پاتا۔ اور صاحب حق کی جانب سے بری کرنا بھی نہیں پایا گیا تو یہ (قضاء عمری) کیسے ان نمازوں کی جانب سے کافی ہو سکتی ہے؟

تیسری وجہ : بیشک قضا تو کہتے ہیں کہ جو چیز ذمہ میں واجب ہے، اس کا مثل صاحب حق کو سونپنا جیسا کہ ائمہ اصول نے صراحت کی ہے اور ایک نماز یا پانچ نمازوں کو ذمہ میں بے شمار نمازوں کے مثل قرار دینا غیر معقول بات ہے اس لیے کہ جس آدمی کے ذمہ چار رکعت ہوں اگر وہ تین رکعت یا پانچ رکعت ادا کر دے تو یہ جائز نہ ہوں گی تو چند رکعات کیسے ہزار ہا رکعات کی جانب سے کافی ہو سکتی ہیں؟

والخمسة عن الكثيرة الغير المتعينة وسادسها انه ورد في الحديث الصحيح انما الا عمال بالنيات وانما لكل امرء ما نوى اخرجه البخارى فى بدء صحيحه وفى كتاب الايمان والعقود والهجرة والنكاح والايمان والنور وترك الحيل ومسلم والترمذى والنسائى وابن ماجه واحمد والدارقطنى وابن حبان والبيهقى وغيرهم ولم يخرج مالک فى موطاه كذا ذكره القسطلانى فى ارشاد السارى شرح صحيح البخارى ولم يصب فى قوله لم يخرج مالک فى موطاه وقد تبع فيه الحافظ ابن حجر العسقلانى حيث قال فى فتح البارى وغيره كذلك فان هذا الحديث موجود فى موطا مالک يرويه محمد بن الحسن وقد وضحت ذلك فى حاشيتى عليها المسماة بالتعليق

چوتھی وجہ : بیشک فرض نماز کی قضا کا فرض ہونا نص سے ثابت ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جب فرائض ایک ہی جیسے اکٹھے اور مترام ہوں تو ادا کرتے وقت تعیین ضروری ہے کہ ان میں سے کون سا فرض ادا کر رہا ہے تاکہ وہ اس کے ذمہ سے بری ہو جائے اور یہ بات بھی ہے کہ ایک فرض دوسرے فرض کی نیت کے ساتھ ادا نہیں ہوتا (مثلاً "عصر کی نماز کی نیت سے ظہر کی نماز پڑھنا) جیسا کہ تعیین میں اس کی صراحت موجود ہے۔ (جب فرض کی قضا اور اس کی تعیین ضروری ہے اور ایک فرض دوسرے فرض کی نیت سے ادا نہیں ہوتا) تو ایک نماز پڑھنے کی وجہ سے بے شمار غیر معینہ نمازیں کیسے ادا ہو سکتی ہیں؟

پانچویں وجہ : بیشک فتاویٰ ظہیریہ اور البحر الرائق وغیرہا میں ہے کہ اگر فوت شدہ نمازیں بہت سی ہوں اور آدمی ان کی قضا کرنا چاہتا ہو تو ظہر اور عصر کو متعین کرنا اور یہ بھی کہ یہ فلاں دن کی ظہر ہے، اس کا تعین ضروری ہے۔ پس اگر وہ اس معاملہ میں آسانی چاہتا ہے تو نیت کرے کہ جو اس کے ذمہ پہلی ظہر ہے، وہ ادا کرتا ہوں یا جو آخری ظہر ہے، وہ ادا کرتا ہوں (اگر اس نے یہ نیت کی کہ پہلی ظہر کی نماز جو اس کے ذمہ ہے، وہ پڑھتا ہوں تو اس کے پڑھنے کے بعد اس سے بری ہو گیا اور باقی ظہر کی

الممجد علی موطا محمد وهذا الحديث يدل علی ان ثواب الاعمال او صحة الاعمال موقوف علی النية وان المرء لا یخلص له الا ثواب ما نوى او صحة ما نوى لا غیره فكيف یمكن ان تتادی فوائت كثيرة بصلوة ادیت بنية النفل فانما لكل ما نوى وقد ذكر فی فتح القدير فی باب الوتر عن التجنیس وغیره ان الفرض لا یتادی بنية النفل ويجوز عكسه انتهى فان قالوا نحن ننوى معه قضاء عمریا فتادی به قلت هذه النية لا مثل لها فی الشرع وهل ذالك الا كمن نوى بصيام واحد اداء صیامات متعددة او بحج واحد حجات كثيرة وسابعها انه اخرج الثوری فی جامعہ عن ابراهيم النخعی قال من ترك صلوة واحدة عشرين سنة ثم لم یعد الا تلك الصلوة الواحدة وذكره البخاری

نمازیں اس کے ذمہ ہیں، ان کے ادا کرنے میں بھی اسی طرح نیت کرے حتیٰ کہ اس کی ظہر کی تمام نمازیں جو اس کے خیال کے مطابق اس کے ذمہ ہیں، وہ مکمل ہو جائیں اور اسی طرح باقی نمازوں میں بھی یہی طریق اختیار کرے (مترجم) تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک نماز یا پانچ نمازوں کے ادا کرنے سے وہ بہت سی غیر معینہ نمازوں سے بری الذمہ ہو جائے۔

چھٹی وجہ: اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور پختہ بات ہے کہ ہر آدمی کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔ اس روایت کو امام بخاریؒ اپنی صحیح کی ابتدا میں اور کتاب الایمان، کتاب العتق، کتاب الہجرۃ، کتاب الزکاح، کتاب الایمان و انذور اور ترک الخیل میں متعدد بار لائے ہیں۔ اور اس روایت کو امام مسلمؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ، احمدؒ، دار قطنیؒ، ابن حبانؒ اور بیہقیؒ وغیرہم نے بھی ذکر کیا ہے۔ علامہ قسطلانیؒ نے بخاری کی شرح ارشاد الساری میں ذکر کیا ہے کہ امام مالکؒ نے اپنی کتاب موطا میں اس روایت کو ذکر نہیں کیا (تو یہ درست نہیں ہے) اور یہ بات علامہ قسطلانیؒ نے علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی پیروی کرتے ہوئے لکھ دی ہے کیونکہ انہوں نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ نے یہ روایت پیش نہیں

فی صحیحہ تعلیقاً واخرج البخاری عن انس قال قال رسول اللہ صلعم من نسی صلوۃ فلیصل اذا ذکرها لا کفارة لها الا ذالک وفى روایۃ مسلم عن ابی ہریرۃ من نسی الصلوۃ فلیصلها اذا ذکرها فان اللہ یقول اقم الصلوۃ لذكری وفى روایۃ له عن ابی قتادۃ فی حدیث طویل اما انه لیس فی النوم تفريط انما التفريط علی من لم یصل الصلوۃ حتی یجئ وقت الصلوۃ الاخری فمن فعل ذلک فلیصلها حین ینتبه لها وفى روایۃ عن انس مرفوعاً من نسی صلوۃ فلیصلها اذا ذکرها لا کفارة لها الا ذلک وفى روایۃ له عنه من نسی صلوۃ او نام عنها فکفارتها ان یصلیها اذا ذکرها وفى روایۃ له عنه اذا رقد احدکم عن الصلوۃ او غفل عنها فلیصلها اذا ذکرها وكذلك اخرجہ اصحاب

کی مگر ان حضرات کا یہ کہنا درست نہیں ہے اس لیے کہ یہ روایت موطا کے اس نسخہ میں موجود ہے جو امام محمد بن الحسن کی روایت سے ہے، اور میں نے موطا امام محمد پر جو حاشیہ التعلیق الممجد لکھا ہے، اس میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔

اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اعمال کے ثواب یا اعمال کی صحت کا دارودار نیت پر ہے اور بیشک آدمی کو اسی چیز کا ثواب ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہو تو آدمی کا وہی عمل صحیح ہوگا جس کی اس نے نیت کی۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ بہت سی فوت شدہ فرض نمازیں نفل کی نیت سے ادا کی جانے والی ایک ہی نماز سے ادا ہو جائیں۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ ہیں وانما لكل امرء ما نوى (تو جب نیت نفل کی ہوگی تو وہ نماز نفل ہی ادا ہوگی، فرائض ادا نہیں ہوں گے) اور فتح القدیر باب الوتر میں تجنیس وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ بے شک نفل کی نیت سے فرض ادا نہیں ہوتا۔ اور اس کا عکس ہو سکتا ہے۔ انتہی (فتح القدیر کی عبارت مکمل ہوئی) (یہ اس صورت میں ہے جبکہ ادائیگی کا وقت شرعاً فرض کے لیے ہی متعین نہ ہو جیسا کہ نمازوں کے اوقات فرائض ہی کے لیے متعین نہیں بلکہ ان میں نوافل بھی ادا کیے جاسکتے ہیں تو ان میں نفل کی نیت سے فرض ادا نہیں ہوگا۔ اور اگر شرعاً وہ

السنن الاربعة وغيرهم بالفاظ متقاربة فهذه الاخبار الصحاح
شاهدة على فساد ما يعتقدونه لانها دالة على ان الفائنة لا تنادي الا
بادائها بنفسها ولا كفارة لها الا ذلك وانه لا يقوم شئ آخر مقامها
واما ظنهم ان مثل هذه الصلوة تكون مجزية عن فوائت الالباء والاحداد
والاولاد والاحفاد فهو شناعة رابعة بل هو اضحوكة للناظرين
ومزخرفة عند العاقلين فانهم ان ارادوا به ان ثوابها يصل اليهم فهو
ليس بصحيح فان ثواب العبادة انما يكون لمن يكتسبها لا لغيره
بنص قوله تعالى لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت وكذا قول بعض
العلماء الى ان ثواب عبادة الصبي يكون للولي رده المحققون بان
الولي انما يثاب ثواب التحريض والتسبيب واما ثواب نفس العبادة

وقت فرض کے لیے متعین ہو تو اس صورت میں نفل کی نیت سے فرض ادا ہو جاتا
ہے جیسا کہ رمضان کا روزہ تندرست اور مقیم آدمی نفل کی نیت سے رکھے تو عند
الاحناف وہ فرض ہی ادا ہوگا۔ مترجم)

اعترض: پس اگر یہ حضرات یہ کہیں کہ ہم تو (نفل کی نیت نہیں کرتے بلکہ)
قضاء عمری کی نیت کرتے ہیں تو وہ اس کے ساتھ ادا ہو جائیں گی۔

جواب: تو جواب میں کہتا ہوں کہ ایسی نیت کی شریعت میں کوئی اصل موجود
نہیں ہے۔ یہ تو اس طرح ہے جیسے ایک روزہ رکھ کر کئی روزوں کی نیت کرنا یا ایک حج
کر کے کئی حج کی نیت کرنا (تو جیسے یہ بالاتفاق درست نہیں ہے اسی طرح ایک نماز سے
یا پانچ نمازوں سے بے شمار فوت شدہ نمازیں بھی ادا نہیں ہوں گی)

ساتویں وجہ: بیشک امام ثوریؒ نے اپنی جامع میں حضرت امام ابراہیم نخعیؒ
سے روایت نقل کی ہے کہ جس نے ایک نماز بیس سال تک چھوڑے رکھی تو وہ
صرف اسی نماز کا اعادہ کرے (یعنی بیس سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی وہ نماز اس
کے ذمہ رہے گی اور وہ اس کو ادا کرے گا، اس کے علاوہ اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے)
اور امام بخاریؒ نے تعلیقاً اپنی صحیح میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اور امام بخاریؒ نے
حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی نماز کو ادا

فلا علی ما هو مبسوط فی حواشی التلویح وغیرہا فان قصدوا ان ثوابها یصل الیہم با یصالہ الیہم فهو وان کان صحیحاً لکن خارج عن البحث مع انه لیس مختصاً بالاباء والاولاد بل یصل ثواب العبادة ای عبادۃ کانت الی من اوصل ثوابها الیہ وان کان اجنبیاً وان ارادوا بہ ان هذه الصلوة تكون مجزیة و کفارة عن فوائت الاباء والاولاد فهو مخالف لقوله تعالى لها ما کسبت و علیہا ما اکتسبت والحديث اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث صدقة جاریة او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعوا له اخرجہ ابن ماجہ و مسلم وغیرہما و لقول الفقہاء النیابة لا تجری فی العبادات البدنیة بل فی المالیة وقد ذکر فی الدر المختار والبحر الرائق وغیرہما لو

کرنا بھول گیا تو جب اس کو یاد آئے تو اس نماز کو پڑھے۔ اس کا صرف یہی کفارہ ہے اور مسلم کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے کہ جو شخص نماز ادا کرنا بھول جائے تو جب اس کو یاد آئے تو اس کو ادا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (حضور علیہ السلام کو) فرمایا ہے کہ میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔ اور اسی مسلم میں حضرت ابو قتادہؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ نیند کی وجہ سے کوتاہی نہیں ہے۔ پختہ بات ہے کہ کوتاہی تو اس صورت میں ہے جبکہ آدمی بیدار ہو اور وہ نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ پس جب اس نے ایسا کیا تو جب اس کو متنبہ کیا جائے تو وہ اس نماز کو پڑھے۔ اور حضرت انسؓ سے مرفوعاً ایک روایت میں ہے جو شخص نماز ادا کرنا بھول جائے تو جب اس کو یاد آئے تو اس نماز کو پڑھے۔ اس کی نماز کا صرف یہی کفارہ ہے (کہ اس کو ادا کر لیا جائے)

اور مسلم شریف کی حضرت انسؓ ہی سے ایک روایت میں ہے جو شخص نماز ادا کرنا بھول گیا یا سویا رہا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ یاد آنے پر اس کو پڑھے۔ اور مسلم شریف کی حضرت انسؓ ہی سے ایک روایت میں ہے جب کوئی شخص تم میں سے نماز ادا کرنے کے وقت میں سویا رہا یا غافل رہا تو جب اس کو یاد آئے تو اس نماز کو پڑھے۔ اور اسی طرح اصحاب سنن (نسائی، ترمذی، ابو داؤد اور ابن ماجہ) وغیرہم نے ملتے جلتے

قضاہا ورثہ بامرہ لم یجز انتہی وقد اخرج النسائی فی السنن الکبریٰ باسناد صحیح عن ابن عباس قال لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد وروی عبد الرزاق مثله من قول ابن عمر ذکرہ ابن حجر فی تلخیص الحبیر بتخریج احادیث شرح الرافعی الکبیر واما اذاؤہم هذه الصلوة وہی قضاء لكل فائتہ عندهم فی المسجد فهو شناعۃ خامسة لما قال فی البحر الرائق اذا فاتت صلوة عن وقتہا ینبغی ان یقضیہا فی بیتہ ولا یقضیہا فی المسجد انتہی وفی الدر المختار ینبغی ان لا یطلع غیرہ علی قضائہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا انتہی وقال فی رد المحتار تقدم فی باب الاذان انه یکرہ قضاء الفائتۃ فی المسجد وعللہ الشارح البارح بما ہنا ان

الفاظ کے ساتھ اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ پس یہ صحیح احادیث ان لوگوں کے اعتقاد کے فساد پر شاہد ہیں اس لیے کہ ان احادیث میں یہ ہے کہ فوت شدہ نمازیں صرف ان کے ادا کرنے سے ہی ادا ہوتی ہیں اور اس کے سوا نہ ان کا کوئی کفارہ ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز ان کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔

قضاء عمری کا آباؤ اجداد کی فوت شدہ

نمازوں کا کفارہ بننے کا نظریہ

بحر حال ان لوگوں کا یہ خیال کہ بیشک یہ نماز (قضاء عمری) آباؤ اجداد اور اولاد اور رشتہ داروں کی فوت شدہ نمازوں کا کفارہ بھی بن جاتی ہے تو یہ چوتھی خرابی ہے بلکہ یہ تو ناظرین کے لیے ہنسی کا باعث اور عقل مندوں کے نزدیک جھوٹ سے آراستہ کلام ہے۔ پس بیشک اگر ان کی مراد یہ ہے کہ اس نماز کا ثواب ان کو پہنچتا ہے تو یہ درست نہیں ہے (یعنی یہ کہنا کہ ہماری اس عبادت کرنے سے ہی خود بخود ان کو ثواب پہنچتا ہے تو یہ درست نہیں ہے) کیونکہ عبادت کا ثواب اسی کو ملتا ہے جس نے اس کو ادا کیا ہے، دوسرے کو نہیں ملتا اور اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ نص ہے لہا ما کسبت

التأخیر معصیۃ فلا یظهرها وظاہرہ ان الممنوع هو القضاء مع الاطلاع علیہ سواء کان فی المسجد او غیرہ کما افادہ فی المنع قلت والظاهر ان ینبغی ہنہا للوجوب وان الکراہۃ تحریمیۃ لان اظهار المعصیۃ معصیۃ انتہی واما اداؤها بالجماعۃ تداعیا علی تقدیر کونها تطوعا کما تدل علیہ بعض العبارات المذكورۃ فهو شناعۃ سادسۃ لتصریح الفقہاء بکراہۃ جماعۃ التطوع تداعیا قال فی الغنیۃ شرح المنیۃ النفل بالجماعۃ علی سبیل التداعی مکروہ انتہی وفي الدر المختار ولا یصل الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحدۃ کما فی الدر انتہی وفي البزازیۃ یکرہہ الاقتداء فی صلوة رغائب

وعليها ما اكتسبت کہ عمل کا فائدہ اس کو ہوگا جس نے اس کو کیا اور اس عمل کا وبال اسی پر ہوگا جس نے کیا (جس نے اچھا عمل کیا اس کو اچھا بدلہ اور جس نے برا عمل کیا اس کا برا بدلہ عمل کرنے والے کو ہی ملے گا) اور اسی لیے جب بعض علماء نے یہ کہا کہ بچے کی عبادت کا ثواب اس کے ولی کو ملتا ہے تو اس کا رد محققین نے کیا اور کہا کہ ولی کو اس کا ثواب تو ملتا ہے کہ اس نے بچے کو عبادت پر برانگیختہ کیا اور عبادت کرنے کا سبب بنا مگر نفس عبادت کا ثواب اس کو نہیں ملتا جیسا کہ تکوین کے حواشی وغیرہ میں تفصیل سے مذکور ہے۔ پس اگر انہوں نے یہ مراد لی ہے کہ اس نماز کا ثواب ہم ان کو پہنچاتے ہیں اور اس وجہ سے ان کو پہنچتا ہے تو یہ فعل (مردوں کو ایصال ثواب) اگرچہ درست ہے مگر یہ مذکورہ بحث سے خارج ہے۔ کیونکہ بحث ایصال ثواب میں نہیں بلکہ ذمہ سے نمازوں کے ساقط ہونے کی ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ ایصال ثواب آیات اجداد اور اولاد کے ساتھ مختص نہیں اور نہ ہی نماز اس کے لیے مختص ہے بلکہ جس قسم کی عبادت کا بھی کسی کو ثواب پہنچایا جائے وہ اس کو پہنچتا ہے اگرچہ وہ رشتہ دار نہ ہو بلکہ اجنبی ہو۔ اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ یہ نماز ان کی فوت شدہ نمازوں کی جانب سے کافی ہو جاتی ہے اور کفارہ بن جاتی ہے تو یہ آیت کریمہ لہا ما کسبت وعليها ما اكتسبت کے بھی خلاف ہے اور اس حدیث کے بھی خلاف

وبراءة وقدر الا اذا قال نذرت كذا ركعة بهذا الامام جماعة ولا ينبغي ان يتكلف الالتزام ما لم يكن في الصدر الاول كل هذا التكلف لا قامة امر مكروه وهو اداء النفل بالجماعة على سبيل التداعى فلو ترك امثال هذه الصلوة تارك ليعلم الناس انه ليس من الشعائر فحسن انتهى ومثله في كثير من الكتب مسطور وعلى السنة العلماء مذكور فان قالوا ان هذه الصلوة ليست بتطوع بل قضاء لما فاته قلنا ان ارادوا به انه بنفسه قضاء لجميع ما فاته فهو غير صحيح لعدم صدق تعريف القضاء عليه وان ارادوا به ان الله تعالى يجعلها بفضله قضاء لما فاته ويعطى بها ثوابا يجزى عن ما فاته فهو على تقدير ثبوته لا يخرج من التطوعية وبهذا يظهر سخافة قول من افتى بعدم

ہے جس میں ہے کہ جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین اعمال بدستور جاری رہتے ہیں۔ ایک صدقہ جاریہ، دوسرا علم جس کے ذریعہ سے اس نے دوسروں کو فائدہ پہنچایا اور تیسرا نیک اولاد جو اس کے حق میں دعائیں کرتی رہتی ہے۔ یہ روایت مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہے۔

اور یہ نظریہ فقہاء کے قول کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ انہوں نے کہا ہے کہ بدنی عبادات میں نیابت درست نہیں ہے بلکہ نیابت صرف مالی عبادات میں ہے (مثلاً) اگر کوئی آدمی کسی دوسرے کی جانب سے اس کی ذمہ زکوٰۃ کی رقم ادا کر دے یا جس پر قربانی واجب ہو، اس کی جانب سے قربانی ادا کر دے اور اس کو اطلاع دے دے تو یہ عبادت جس کے ذمہ تھی، اس کی جانب سے ادا ہو گئی اور اگر کوئی آدمی کسی دوسرے کی جانب سے نماز پڑھتا ہے اور اس کو آکر بتا دیتا ہے کہ میں تیری طرف سے نماز پڑھ آیا ہوں تو قطعاً اس کے ذمہ سے وہ نماز ساقط نہیں ہوتی بلکہ اس کا نماز پڑھنا خود اس پر ضروری ہے، اس میں نیابت درست نہیں ہے۔ عبادات بدنیہ میں نیابت درست نہ ہونے اور عبادات مالیہ میں درست ہونے کا یہی مطلب ہے۔ مترجم) اور در مختار اور البحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے کہ اس کے ذمہ نمازوں کی قضا وارثوں میں سے کسی نے اس کے حکم سے بھی کی، تب بھی جائز نہیں ہے۔ انتہی (مذکورہ کتب کی عبارت

کراہۃ الجماعة فیہ مستندا بان فیہ دخلا للفوائت فان هذا لا یسلب عنه اسم التطوع ولا یجعله خارجا عن افراد التطوع کیف وقد ورد فی بعض النصوص التی ذکرہا ان هذه الصلوة نفل فیکره اداؤه بالجماعة بلا شبهة و بالجملۃ فهذه الصلوة التی اخترعوها مشتملة علی مفسد کثیرة و اداؤها مع ما زعموا انه قضاء لما فات خلاف المعقول والمنقول ومضاد للفروع والاصول والذی یدل علی ان الصلوة المذکورة لا اصل لها خلوا اکثر الكتب المعتمدة عن ذکرها کالبزازیة والخلاصة وفتاوی قاضیخان والمحیط والذخیرة و خزانة المفتین والواقعات والنوازل والهدایة وشرحها الکفایة والبنایة والعنایة وفتح القدر ومعراج الدرایة وغایة البیان والوقایة

مکمل ہوئی

اور امام نسائیؒ نے سنن الکبریٰ میں بیاناً صحیح حضرت ابن عباسؓ کی روایت لائی ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے کی طرف سے نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے۔ اور امام عبد الرزاق نے بھی اسی کے مثل حضرت ابن عمرؓ کا قول روایت کیا ہے۔ اس کا ذکر علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے تلخیص الحبیر بتخریج احادیث شرح الرافعی الکبیر میں کیا ہے۔

قضاء عمری کو مسجد میں ادا کرنے کا مسئلہ

بہر حال ان حضرات کا اس نماز کو مسجد میں ادا کرنا حالانکہ یہ ان کے نزدیک تمام فوت شدہ نمازوں کی قضا ہے تو یہ پانچویں خرابی ہے۔ اس لیے کہ الحجر الرائق میں ہے کہ جب نماز اپنے اصل وقت سے فوت ہو جائے تو مناسب یہ ہے کہ اس کی قضا اپنے گھر میں کرے، مسجد میں نہ کرے۔ انتہی (الحجر الرائق کی عبارت مکمل ہوئی) اور الدر المختار میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ اپنی فوت شدہ نماز کی قضا پر کسی کو مطلع نہ کرے اس لیے کہ نماز کو اپنے وقت سے موخر کر کے پڑھنا معصیت ہے، اس لیے اس کا اظہار نہ کرے۔ انتہی

وشروحه لصدر الشريعة وللفضيح الهروي وغيرهما ومختصر
الوقاية وشروحه للبرجندی والياس زاده وكمال الدراية للشمني
والكنز وشروحه كالبحر الرائق والنهر الفائق وتبيين الزيلعي والدر
المختار وحواشيه ومواهب الرحمن وشرحه البرهان والجامع
الصغير والكبير وشروحهما للصدر الشهيد وشمس الائمة
السرخسي وغيرهما والمبسوط والزيادات وتصانيف الطحاوي و
تصانيف الحاكم الشهيد والكرخي وغيرها من المتون والشروح
والفتاوى المشهورة وكذلك كتب الشافعية والمالكية والحنبلية
خالية عن ذلك ومن المعلوم انه لو كان لها اصل لبادروا الى ذكرها
وذكر فضلها كيف لا وهذه الصلوة على ما زعموا من افضل

اور رد المحتار میں ہے کہ باب الاذان میں پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ
فوت شدہ کی قضا مسجد میں مکروہ ہے اور شارح نے اس کی وجہ وہی بیان کی جو ہم نے
بیان کی ہے کہ نماز کو وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا گناہ ہے اور اپنے گناہ کو ظاہر نہ کرنا
مناسب ہے۔ ان عبارات سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ قضا پر کسی دوسرے کو مطلع کرنا
ممنوع ہے خواہ یہ مسجد میں ہو یا مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ ہو جیسا کہ المنع کی
عبارت سے واضح ہے۔

(اشکال : حضرات فقہاء کرام ینبغی کا لفظ مستحب اور اولیٰ کے لیے بھی
استعمال کرتے ہیں اور یہاں بھی عبارت میں ینبغی کا لفظ ہے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی
شخص یہ اشکال پیدا کرے کہ ان عبارات کی روشنی میں ہمارا یہ عمل زیادہ سے زیادہ
ترک مستحب یا ترک اولیٰ ہو گا تو اس کا جواب حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ یا شارح
رد المحتار دیتے ہیں۔ مترجم)

جواب : میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ ینبغی کا لفظ یہاں وجوب کے لیے
ہے اور بیشک کراہت سے مراد کراہت تہریمی ہے اس لیے کہ معصیت کا اظہار بذات
خود معصیت ہے۔ انتہی

الصلوات حيث يكون اداء ركعات عديدة كفارة لجميع فوائت العمر بل عن فوائت الاجداد والاحفاد فالغفلة عن مثل هذه الصلوة غفلة عظيمة وهذا صاحب جامع الرموز جامع كل رطب ويا بس لم ينتبه له وصاحب احياء العلوم مع اهتمامه بذكر العبادات الفاضلة وان كانت رواياتها ضعيفة لم يتعرض له وهذا صاحب خزانة الروايات الجامع بين كل غث وسمين لم يذكره وهذا كله اول دليل على عدم العبرة به بقى الكلام فيما استندوا به من العبارات المذكورة والروايات المسطورة فاقول استنادهم بها مخدوش لوجوه احدها ان الكتب التي استندوا بها ليست من الكتب المشهورة المعتمدة وقد ذكر ابن نجيم المصرى فى بعض رسائله ونقله عنه الحموى فى

نوافل کی جماعت کے لیے لوگوں کو بلائے کا مسئلہ

بہر حال ان لوگوں کا یہ نماز (قضاء عمری) لوگوں کو بلا کر اس کو نفل قرار دیتے ہوئے جماعت کے ساتھ ادا کرنا جیسا کہ ان کی بعض عبارات اس پر دلالت کرتی ہیں تو یہ چھٹی خرابی ہے اس لیے کہ لوگوں کو بلا کر نفل جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے مکروہ ہونے پر فقہاء کرام کی تصریح موجود ہے۔ الغنیۃ شرح المعنیۃ میں فرمایا کہ لوگوں کو بلا کر نفل جماعت کے ساتھ مکروہ ہیں۔ انتھی

اور الدر المختار میں ہے کہ رمضان کے علاوہ وتر اور نفل جماعت کے ساتھ نہ پڑھے اور اگر لوگوں کو بلا کر ہو تو یہ مکروہ ہے جبکہ چار آدمی کسی کی اقتدار کریں جیسا کہ الدرر میں ہے۔ انتھی اور فتاویٰ برازیہ میں ہے کہ نوافل، صلوٰۃ توبہ اور صلوٰۃ نذر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ اس نے نذر ہی یہ مانی ہو کہ میں اتنی رکعات فلاں امام کے ساتھ یا جماعت پڑھوں گا۔ اور یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ کسی ایسی چیز کا اپنے آپ پر التزام کا تکلف کرے جو قرون اولیٰ میں نہ تھی۔

یہ سارے کا سارا تکلف مکروہ کام کے ارتکاب کے لیے ہوگا۔ اور وہ علی سبیل

حواشی الاشباہ والنظائر انه لا يجوز الافتاء من الكتب الغير المشهورة وفى تنقيح الفتاوى الحامدية نقلا عن الرسائل الزفدية لا يحل الافتاء من الكتب الغريبة انتهى وثانيها ان تجوز هذه الصلوة بتلك الكيفية لم ينقل عن ائمتنا ابى حنيفة وابى يوسف ومحمد ولا عن تلامذتهم ومن يحلو حنوهم فلا يجوز الافتاء بها اخذا من الكتب الغير المتداولة قال فى القنية نقلا عن نوازل ابى الليث قيل لابي نصر وقعت عندنا اربعة كتب كتاب ابراهيم بن رستم وادب القاضى عن الخصاف وكتاب المجرد والنوادر من وجه هشام هل يجوز لنا ان نفتى منها فقال ما صحح عن اصحابنا فذلك علم مجتبى مرغوب فيه عرض به فاما الفتوى فانى لا ارى لاحد ان يفتى بشئى

التداعى (لوگوں کو بلا کر) جماعت کے ساتھ نوافل کو ادا کرنا ہے۔ اور اگر کوئی اس جیسی نماز کو اس لیے ترک کرتا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ مشروعات میں سے نہیں ہے تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ انتہی اور اس کے مثل بہت سی کتابوں میں موجود ہے اور علماء کی زبانوں پر جاری ہے۔

اعتراض: پس اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ یہ نماز نفل نہیں بلکہ فوت شدہ کی قضا ہے (اور فوت شدہ کی قضاء فرض ہے اس لیے فرض کی نیت سے ہی ان کو ادا کیا جاتا ہے لہذا فقہاء کرامؒ کی یہ عبارات ان کے خلاف نہیں)

جواب: تو ہم کہیں گے کہ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ یہ (ایک نماز یا پانچ نمازیں جس کو قضاء عمری کہتے ہیں) نماز ہی تمام فوت شدہ نمازوں کی قضا ہے تو اس پر قضا کی تعریف صادق نہ آنے کی وجہ سے ان کی یہ مراد صحیح نہیں ہے۔ اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ اس نماز کو فوت شدہ نمازوں کی قضا قرار دیا ہے اور ان کا ثواب دیتا ہے اور تمام فوت شدہ نمازوں کا یہ نماز بدلہ بن جاتی ہے تو اگر بالفرض اس نماز کا ثبوت مل بھی جائے تو یہ نفل ہونے سے نہیں نکلتی (بلکہ نفل ہی ہوگی لہذا وہ تمام عبارات جو ذکر کی گئی ہیں، وہ اس نظریہ کے خلاف ہوں گی) اور اس

لا يفهمه ولا يتحمل ائقال الناس فان كانت مسائل قد اشتهرت وظهرت عن اصحابنا رجوت ان يسع الاعتماد عليها انتهى وقال على القارى فى تذكرة الموضوعات من القوائد المعلومة الكلية ان نقل الاحاديث النبوية والمسائل الفقهية والتفاسير القرآنية لا يجوز الا من الكتب المتداولة لعدم الاعتماد على غيرها من وضع الزنادقة والحقاق الملاحة بخلاف الكتب المحفوظة انتهى وثالثها ان هذه الكتب التى استندوا بها ليست من المتون المعتمدة ولا من الشروح المعتمدة وانما هى من جنس الفتاوى كالصحارى وقد ذكر ابن نجيم فى رسالة رفع الغشاء عن وقت العصر والعشاء نقلا عن انفع الوسائل انه لا عبرة بنقول الفتاوى اذا عارضتها نقول المذهب

کے ساتھ ان لوگوں کے قول کی کمزوری ظاہر ہو گئی جو اس نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کو صرف اس وجہ سے غیر مکروہ ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں کہ یہ فوائت میں داخل ہے (حالانکہ اس کا نفل ہونا ہی ثابت ہوتا ہے)

پس بیشک یہ چیز اس نماز سے نفل کا اسم نہیں بٹاتی اور نہ ہی اس کو نفل کے زمرہ سے خارج کرتی ہے۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ حالانکہ ان لوگوں نے جو عبارات پیش کی ہیں، ان میں سے بعض میں تو اس بات کی صراحت ہے کہ یہ نماز نفل ہے۔ تو یقیناً اس کا باجماعت ادا کرنا مکروہ ہوگا۔ مختصر یہ کہ یہ نماز جس کو انہوں نے ایجاب کیا ہے، یہ بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے۔ اور اس نماز کا ادا کرنا باوجود اس کے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فوت شدہ نمازوں کی قضا ہے، یہ عقل اور نفل دونوں کے خلاف اور فروع اور اصول دونوں کے منافی ہے۔

اور اکثر معتبر کتابوں کا اس کے ذکر سے خالی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس مذکورہ نماز کا کوئی اصل اور ثبوت نہیں ہے۔ (اور اگر اس کا کچھ بھی ثبوت ہوتا تو ان معتبر کتابوں میں کسی نہ کسی درجہ میں تو اس کا ذکر ہوتا حالانکہ یہ معتبر کتابیں اس کے ذکر سے بالکل خالی ہیں) جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ، الخلاصہ، فتاویٰ قاضی خان، المحيط، الذخیرہ،

وانما يستأنس بما فى الفتاوى اذا لم يوجد ما يخالفها من كتب المذهب انتهى وقد عرفت ان نقول هذه الكتب فى تجويز هذه الصلوة بتلك الكيفية مخالفة لفروع المذهب المدونة وللأصول المقررة فلا يصح الافتاء بها ورابعها ان الافتاء بها موقوف على علم حال مصنفها وانهم التزموا فيها نقل الاقوال الصحيحة وبدون ذلك لا يحل الافتاء منها قال ابن عابدين فى رد المحتار فى شرح الاشباه لشيخنا المحقق هبة الله البعلی قال شيخنا العلامة صالح الجينینی انه لا يجوز الافتاء من الكتب المختصرة كالنهر وشرح الكنز للعینی والدر المختار شرح تنوير الابصار او لعدم الاطلاع على حال مصنفها كشرح الكنز ملا مسکین وشرح النقاية

خزانة المفتين، الواقعات، التوازل، الهدایہ اور اس کی شروح الکفایہ، البنایہ، الخلیہ، فتح القدیر، معراج الدرایہ، غایة البیان، الوقایہ اور اس کی شروح جو امام صدر الشریعہ اور الفصیح الروی وغیرہما کی ہیں اور مختصر الوقایہ اور اس کی شروح جو برجندی، الیاس زاہ اور کمال الدرایہ للشعنی وغیرہم کے ہیں، اور الكنز اور اس کی شروح جیسا کہ البحر الرائق، النهر الفائق اور زیلعی کی تبیین اور الدر المختار اور اس کے حواشی اور مواہب الرحمن اور اس کی شرح البرہان، اور الجامع الصغیر والکبیر اور ان کی شروح جو صدر الشریعہ اور شمس الانامہ سرفسی وغیرہما کی ہیں اور المبسوط اور الزیادات اور امام طحاوی کی تصانیف اور حاکم شہید اور کرخی وغیرہ کی تصانیف، متون اور شروح اور مشہور فتاویٰ اور اسی طرح شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کی کتابیں اس نماز کے ذکر سے بالکل خالی ہیں۔

اور واضح بات ہے کہ اگر اس نماز کا کوئی ثبوت ہوتا تو یہ حضرات اس کا ذکر کرنے اور اس کی فضیلت کا ذکر کرنے میں سبقت لے جاتے اور ایسا کیونکر نہ ہوتا حالانکہ ان لوگوں کے خیال کے مطابق تو یہ نماز بہترین نمازوں میں سے ہے اس لیے کہ چند رکعات عمر بھر کی فوت شدہ نمازوں کا کفارہ بلکہ آیات اجداد اور رشتہ داروں کی فوت

للقهستانی او لنقل الاقوال الضعيفة فيها كالقنية للزاهدى فلا يجوز الافتاء من هذه الا اذا علم المنقول عنه واخذ منه انتهى وقال ايضا " فى تنقيح الفتاوى الحامدية فى بحث لبس الاحمر بعد ما ذكر ما يدل على كراهته على ان الذى يجب على المقلد اتباع امامه والظاهر ان ما نقله هولاء الايمة هو مذهب ابى حنيفة لا ما نقله ابو المكارم فانه رجل مجهول وكتابه كذلك والقهستانی كجارف سيل وحاطب ليل خصوصا " واستناده الى كتب الزاهدى المعتزلى انتهى وقد ذكرت ما يتعلق بهذا المبحث فى رسالتى النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير وبسطت الكلام فيها فى ما يحل الافتاء منه وما لا يحل الافتاء منه فلتطالع وخامسها ان الاستناد بها موقوف

شده نمازوں کا بھی کفارہ بن جاتی ہیں تو اس جیسی نماز کا ذکر نہ کرنا تو بہت بڑی غفلت ہے اور یہ جامع الرموز کے مصنف جو کہ ہر قسم کی رطب ویابس کو جمع کرنے والے ہیں، وہ بھی اس پر متنبہ نہ ہوئے، اور احیاء العلوم والے (امام غزالیؒ) نے عبادات فائده کے ذکر کرنے کا اہتمام کرنے کے باوجود اس (قضاء عمری) کا کوئی اشارہ تک نہیں کیا حالانکہ انہوں نے ان عبادات فائده کا بھی ذکر کیا ہے جن کی روایات ضعیف ہیں۔ اور خزائنہ الروایات کے مولف جنہوں نے بے کار اور بے موقع ہر قسم کے کلام کو جمع کیا ہے، انہوں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور یہ ساری کی ساری بحث اس نماز کے غیر معتبر ہونے کی بنیادی دلیل ہے۔

قضاء عمری کے قائلین کی عبارات کے جوابات

باقی رہ گئی بحث اس بارہ میں کہ انہوں نے ان مذکورہ عبارات اور تحریر کردہ روایات سے دلیل پکڑی ہے تو میں کہتا ہوں کہ ان حضرات کا ان عبارات سے دلیل پکڑنا کئی وجہ سے باطل ہے۔

پہلی وجہ : یہ کتابیں (زاد اللیب اور انیس الواعظین وغیرہ) جن کی عبارات سے یہ دلیل پکڑ رہے ہیں، یہ کتابیں معتبر مشہور نہیں ہے اور ابن نجیم

على تحقيق حال مولفيتها من انهم من اى طبقة من طبقات الفقهاء
واذ ليس فليس وكونهم من اصحاب الايراد والوظائف او من ارباب
تصفية اللطائف لا يجوز الافتاء فلكل فن رجال ولكل مقام مقال
قال على القارى المكى فى رسالته شم العوارض فى ذم الروافض ثم
اعلم انه لا بد للمفتى المقلد ان يعلم حال من يفتى بقوله ومعرفة
مرتبته فى الرواية و درجته فى الديانة ليكون على بصيرة وافية فى
التمييز بين القائلين المتخالفين وقدرة كافية فى الترجيح بين
القولين المتعارضين فقد قال ابن كمال باشا ان للفقهاء سبع
طبقات الاولى طبقة المجتهدين فى الشرع كالائمة الاربعة ومن
سلك مسلكهم فى تاليس قواعد الاصول واستنباط احكام الفروع

مصرى نے اپنے ایک رسالہ میں ذکر کیا ہے اور الاشباہ والنظائر کے حواشی میں حموی
”نے اس سے نقل کیا ہے کہ بیشک غیر مشہور کتابوں سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔
اور تنقیح الفتاویٰ الحامیہ میں الرماہل الزندیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا
ہے کہ غیر معروف کتابوں سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔ انتہی

دوسری وجہ : بیشک اس کا جواز اس کیفیت کے ساتھ ہمارے ائمہ امام ابو
حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے منقول نہیں ہے اور نہ ہی ان کے نقش قدم پر
چلنے والے ان کے شاگردوں سے منقول ہے تو اس کے جواز کا فتویٰ غیر متداول (غیر
مشہور) کتابوں سے دینا جائز نہیں ہے۔ اور قنیہ میں ابو الیث کی کتاب نوازل سے
نقل کرتے ہوئے صاحب قنیہ نے کہا ہے کہ ابو نصر سے پوچھا گیا کہ ہمارے پاس چار
کتابیں موجود ہیں، ایک کتاب ابراہیم بن رستم کی، اور الخفاف کی ادب القاضی اور
کتاب المجرد اور النوادر ہشام کی۔ تو کیا ہمیں جائز ہے کہ ہم ان سے فتویٰ دیں تو اس
نے کہا کہ ہمارے اصحاب (احناف) کے قواعد کے مطابق صحیح نہیں ہے۔

پھر رہی بات فتویٰ کی تو بیشک میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے ایسی چیز کا
فتویٰ دیا ہو جو اس نے خود نہ سمجھی ہو اور وہ (مفتی) لوگوں کے بوجھ کو نہیں اٹھاتا۔

عن الادلة الاربعة على حسب تلك القواعد من غير تقليد لاحد لا
فى الفروع ولا فى الاصول والثانية طبقة المجتهدين فى المذهب
كابى يوسف ومحمد وسائر اصحاب ابى حنيفة القادرين على
استخراج الاحكام من الادلة المذكورة على القواعد التى قررهما
استاذهم وهم وان خالفوه فى بعض الفروع لكن يقلدونه فى قواعد
الاصول وبه يمتازون عن المعارضين فى المذهب كالشافعى
ونظرائه المخالفين لابی حنيفة فى الاحكام غير مقلدين له فى
الاصول والثالثة طبقة المجتهدين فى المسائل التى لا رواية فيها عن
صاحب المذهب كالخفاف والطحاوى والكرخى وشمس الائمة
الحلوانى وشمس الائمة السرخسى و فخر الاسلام البزدوى

پس اگر ایسے مسائل ہوں جو مشہور ہیں اور ہمارے اصحاب سے ثابت ہو چکے
ہیں تو میں امید کرتا ہوں کہ انہی پر اعتماد کافی ہوگا۔ انتہی
اور حضرت ملا علی قاریؒ نے تذکرۃ الموضوعات میں فرمایا ہے کہ یہ واضح قواعد
کلیہ میں سے ہے کہ بیشک حضور علیہ السلام کی احادیث اور فقہی مسائل اور قرآنی
تفسیر کا نقل کرنا صرف انہی کتابوں سے جائز ہے جو مشہور (مداول) ہیں کیونکہ ان کے
علاوہ دوسری کتابوں پر اعتماد نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ زندیق یا لحد قسم کے لوگوں کی
تصانیف ہوں۔ بخلاف محفوظ کتابوں کے (کہ ان کے مولفین پر اعتماد ہو چکا ہے)
تیسری وجہ: بیشک جن کتابوں سے یہ لوگ فتویٰ دے رہے ہیں یہ نہ تو معتبر
متون ہیں اور نہ ہی قابل اعتماد شروحات ہیں بلکہ وہ تو صرف فتاویٰ ہیں جیسا کہ
صحاری۔

اور ابن نجیمؒ نے اپنے رسالہ رفع الغشاء عن وقت العصر والعشاء
میں انفع الوسائل سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ ایسے فتاویٰ کی نقول کا کوئی
اعتبار نہیں ہوگا جبکہ وہ مذہب کے نقول کے معارض ہوں۔ اور فتاویٰ کی نقول کی
جانب میلان اس وقت ہو سکتا جب کہ کتب مذہب کے مخالف نہ پائی جائیں۔ انتہی

وقاضیخان وامثالہم فانہم لا یقدرون علی مخالفتہا لشیخ لا فی الاصول ولا فی الفروع لكنہم یستنبطون الاحکام فی المسائل التی لا نص فیہا علی حسب الاصول قررہا الرابعة طبقة اصحاب التخریج من المقلدین کابی بکر الرازی واضرابہ فانہم یقدرون علی تفصیل قول مجمل ذی وجهین وحکم محتمل لامرین الخامسة طبقة اصحاب الترجیح من المقلدین کالقنوری وصاحب الهدایة وامثالہا وشانہم تفصیل بعض الروایات علی بعض بقولہم هذا اولی وهذا اصح رواية وهذا ارفق بالناس والسادسة طبقة المقلدین القادرین علی التمییز بین الاقوی والقوی والضعیف وظاہر المذهب وظاہر الروایة والروایة النادرة کاصحاب المتنون المعبترۃ

اور پیشک میں نے واضح کر دیا ہے کہ ان کتابوں کی نقول اس نماز (قضاء عمری) کے اس کیفیت کے ساتھ جائز قرار دینے میں مذہب کی مدونہ فروع اور مقررہ اصولوں کے خلاف ہے تو ان کے مطابق فتویٰ دینا درست نہیں ہے۔

چوتھی وجہ: پیشک ان کتابوں پر فتویٰ کا دار و مدار ان کتابوں کے مصنفین کے حالات معلوم ہونے پر ہے اور اس بات پر ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں صحیح اقوال نقل کرنے کا التزام کیا ہے اور اس کے سوا ان کتابوں سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔

ابن عابدین نے ہمارے شیخ المحقق ھبة اللہ البعلی کی الاشباہ کی شرح رد المختار میں کہا ہے کہ ہمارے شیخ العلامة الصالح الجینی نے کہا ہے کہ کتب مختصرہ (تشریح طلب) سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے جیسے النہر اور علامہ عینی کی شرح الكنز، تنویر الابصار کی شرح رد مختار اور ایسی کتابوں پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے جن کے مصنفین کے حالات معلوم نہیں جیسا کہ کنز کی شرح ملا مسکین اور قسطنی کی شرح نقلیہ۔ اور ایسی کتابوں سے بھی فتویٰ دینا درست نہیں جنہوں نے صحیح اقوال ہی نقل کرنے کا التزام نہیں کیا بلکہ ضعیف اقوال کو بھی نقل کرتے ہیں جیسا کہ زاہدی کی قنیۃ۔ تو جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ انہوں نے کس سے نقل کیا ہے اور کس

من المتأخرين مثل صاحب الكنز وصاحب الوقاية وصاحب المختار وصاحب الجمع والسابعة طبقة المقلدين الذين لا يقدر على ما ذكر ولا يفرقون بين الغث والسمين ولا يميزون الشمال عن اليمين بل يجمعون ما يجدون كحاطب ليل فالويل لهم ولمن قلدهم كل الويل انتهى وسادسها ان الروايات التي ذكرها هؤلاء المصنفون لم يذكروا سندها ولا اسندوها الى احد من المخرجين و قبول الحديث الذي لا اصل اى لا سند له ليس من شان العاقلين فان بين النبي صلعم وبين هؤلاء الناقلين مفاوز تنقطع فيها مطايا السائرين فكيف يجوز الاستناد بمجرد قولهم قال رسول الله كذا وكذا فان الرواية وصولها اليهم والينا لا يمكن ان يكون بدون

سے یہ قول لیا ہے (تو اس وقت تک ان کا اعتبار نہ ہوگا) انتہی اور اسی طرح تنقیح الفتاویٰ الجدیدہ میں سرخ کپڑا پہننے کی بحث میں اس کی کراہت کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ مقلد پر اپنے امام کی اتباع واجب ہے اور ظاہرات ہے کہ جو ان ائمہ نے نقل کیا ہے، وہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔ اور جو ابو الکارم نے نقل کیا ہے، وہ امام صاحب کا مذہب نہیں ہے کیونکہ ابو الکارم مجہول آدمی ہے اور اسی طرح اس کی کتب بھی غیر معروف ہے۔

اور القہستانی تو سیلاب میں بہہ جانے والے اور رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے (یعنی ہر رطب و یابس کو جمع کرنے والا ہے) خصوصاً اس کا زاہدی معزلی کی کتابوں پر اعتماد کرنا۔ انتہی اور میں نے اس بحث کے متعلق اپنے رسالہ النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير میں ذکر کیا ہے اور تفصیل سے اس پر بحث کی ہے کہ کس کے مطابق فتویٰ دینا جائز اور کس کے مطابق ناجائز ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

پانچویں وجہ: بیشک ان کتابوں پر اعتماد کا دار و مدار ان کے مولفین کے حالات کی تحقیق پر ہے کہ یہ فقہاء کے کس طبقہ میں سے ہیں اور جب تک یہ تحقیق نہ ہو

الوسائط فلا بد من تحقیق احوال الوسائط وتشخیصهم و کشف عدالتهم لیکتسب الحديث به صفة القبول ان وجدت فی رواته صفات القبول او صفة الرد ان كانت فی رواتها صفات الرد وبدون ذلك فالاستناد به لا یلیق بمن له ادنى مسكة قال محمد بن عبد الباقي الزرقانی فی شرح المواهب قال ابن المبارک الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء وعنه مثل الذى یطلب دینه بلا اسناد • کمثل الذى یرتقى السطح بلا سلم وقال سفیان الثوری الاسناد سلاح المومن فاذا لم یکن معه سلاح فباى شئ یقاتل وقال الشافعی مثل الذى یطلب الحديث بلا اسناد کمثل حاطب لیل وقال بقية ذاكرت حماد بن زید باحادیث فقال ما اجودها لو كانت

جائے تو اعتماد بھی نہ ہوگا۔ اور ان کا صوفیاء کے طبقہ میں سے ہونا تو ان کے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ ہر فن کے رجال مختص ہوتے ہیں اور ہر مقام کی گفتگو علیحدہ ہوتی ہے۔ (لہذا فقہاء کے متعلقہ اسباب میں صوفیاء کی بات کا اعتبار نہ ہوگا)

ملا علی قاری مکی نے اپنے رسالہ شمع العوارض فی ذم الروافض میں فرمایا ہے، پھر آپ جان لیں کہ مفتی مقلد کے لیے ضروری ہے کہ جس کے قول پر فتویٰ دے رہا ہے، اس کے حال کو جانتا ہو اور روایت میں اس کا درجہ اور دیانت میں اس کا درجہ پہچانتا ہو تا کہ مختلف قول کرنے والوں میں تمیز پر کامل بصیرت اور مختلف متعارض اقوال کے درمیان ترجیح کے بارے میں اس کو قدرت کاملہ حاصل ہو۔

فقہاء کے طبقات

پس تحقیق ابن پاشا نے فرمایا کہ فقہاء کے سات طبقات ہیں۔
 پہلا طبقہ : پہلا طبقہ مجتہدین فی الشرع کا ہے جیسا کہ ائمہ اربعہ اور وہ لوگ جو اصول کے قواعد کی بنیاد رکھتے اور فروع و اصول میں کسی کی تقلید کیے بغیر فردی احکام اولہ اربعہ سے ان قواعد کی روشنی میں اسی طرح استنباط کرتے ہیں جس طرح ائمہ اربعہ کرتے ہیں۔

لہا اجنحة یعنی اسناد انتهى ملخصا وقال على القارى المكى فى تذكره الموضوعات قد حكى الحافظ ابو بكر بن حذاء اتفاق العلماء على انه لا يحل لمسلم ان يقول قال رسول الله كذا حتى يكون عنده ذلك القول مرويا ولو على اقل وجوه الروايات انتهى فان قلت هذه الاحاديث من الاحاديث المشهورة فلا حاجة الى تحقيق اسانيدھا قلت ان ارید بكونها مشهورة شهرتها بالمعنى المصطلح عند الاصوليين فهو ايضا موقوف على ثبوت طرقها والاستناد بها ايضا موقوف على البحث عن روايتها وان ارید به مطلق الشهرة ولو على السنة المتفقہ او العامة فلا ينفع ذلك لان مثل هذه الشهرة ساقطة عن الاعتبار فيمثل هنالك فكم من احاديث اشتهرت على السنة

دوسرا طبقہ : دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا ہے جیسا کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے باقی اصحاب جو اولہ مذکورہ سے احکام کے استخراج پر قدرت رکھتے ہیں ان قواعد کے مطابق جو ان کے استنباط نے مقرر فرمائے ہیں اور یہ حضرات اگرچہ بعض فروعی مسائل میں اپنے امام کی مخالفت کرتے ہیں لیکن اصول کے قواعد میں وہ اسی کے مقلد ہیں اور اسی وجہ سے یہ حضرات ان لوگوں سے جدا سمجھے جاتے ہیں جو مذہب میں علیحدہ ہیں۔ جیسا کہ امام شافعیؒ اور ان جیسے دوسرے ائمہ جو امام ابو حنیفہؒ کی احکام میں مخالفت کرتے ہیں اور اصول میں بھی ان کے مقلد نہیں ہیں۔ (تو ان کے امام صاحب سے اختلاف کی نوعیت اور ہے اور امام ابو یوسفؒ وغیرہ کے امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کی نوعیت اور ہے)

تیسرا طبقہ : تیسرا طبقہ ان حضرات کا ہے جو ایسے مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن کے بارہ میں ان کے امام سے کوئی روایت نہ ہو۔ جیسا کہ امام خفافؒ، امام طحاویؒ، امام کوفیؒ، امام شمس الانعمہ سرخسیؒ، امام فخر الاسلام بزدویؒ اور قاضی خان وغیرہم۔ پس بیشک یہ حضرات اپنے امام کی مخالفت کی قدرت نہیں رکھتے نہ اصول میں اور نہ فروع میں لیکن یہ ایسے مسائل میں احکام کا استنباط کرتے ہیں جن کے بارہ میں صراحت موجود نہیں ہوتی۔ اور یہ ان ہی اصول کے مطابق احکام کا استنباط کرتے ہیں جو ان کے امام

العامة او سطرت فى كتب المتفقهة ولا اصل لها فى الشريعة بل هى
موضوعة او ضعيفة ساقطة كحديث لولاك لما خلقت الافلاك
وحديث علماء امتى كانبيا بنى اسرائيل وحديث يوم صومكم يوم
نحرکم وحديث لسان اهل الجنة العربية والفارسية الدرية الى غير
ذلك على ما لا يخفى على من طالع كتب نقاد الحديث المصنفة فى
هذا الباب كموضوعات ابن الجوزى واللالى المصنوعة فى
الاحاديث الموضوعة والدرر المنتشرة فى الاحاديث المشتهرة
كلاهما للمسيوطى والمقاصد الحسنة فى الاحاديث المشتهرة على
اللسنة للسخاوى وتذكرة الموضوعات لعلى القارى المكى وغير
ذلك قال محمد بن عبد الرحمن السخاوى فى فتح المغيـث بشرح

سے ثابت ہو چکے ہیں۔

چوتھا طبقہ : چوتھا طبقہ مقلدین میں سے اصحاب تخریج کا ہے جیسا کہ ابوبکر
الرازی اور اس جیسے دیگر حضرات۔ پس بیشک یہ حضرات دو متضاد پہلوؤں والے مجمل
قول کی تفصیل اور دو باتوں کا احتمال رکھنے والے حکم کی تفصیل کرنے کی قدرت رکھتے
ہیں۔

پانچواں طبقہ : پانچواں طبقہ مقلدین میں سے اصحاب ترجیح کا ہے جیسا کہ امام
قدوریؒ اور صاحب ہدایہؒ اور ان جیسے حضرات اور ان کا کام بعض روایات کو بعض پر
ترجیح دینا ہے اپنے اس قول کے ساتھ کہ یہ اولیٰ ہے اور یہ اصح روایت ہے اور یہ
لوگوں پر آسانی کرنے والا طبقہ ہے۔ (یعنی اولیٰ اور غیر اولیٰ کا پہچانا لوگوں کے لیے
آسان ہو جاتا ہے)

چھٹا طبقہ : چھٹا طبقہ مقلدین میں سے ان حضرات کا ہے جو اقویٰ قوی اور
ضعیف کے درمیان نیز ظاہر المذہب، ظاہر الروایہ اور روایت نادرہ کے درمیان فرق
کرنے پر قدرت رکھتے ہیں جیسا کہ متاخرین میں سے معتبر متون کے مصنفین جیسا کہ
صاحب الكنز، صاحب الوقایہ، صاحب المختار اور صاحب المجمع

الفیۃ الحدیث المشہور یقع علی ما یروی باکثر من اثنین وعلی ما
اشتهر علی الالسنۃ فلیشتمل ما لہ اسناد واحد فصاعدا بل ما لا
یوجد لہ اسناد اصلا کعلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل وولدت فی
زمن الملک العادل کسریٰ وقد یشتهر بین الناس احادیث ہی
موضوعة بالکلیۃ وذلک کثیر جدا ومن نظر فی الموضوعات لابن
الجوزی عرف الکثیر من ذلک انتہی وقال ایضا لا اعتبار الا بما هو
مشہور عند اهل الحدیث انتہی و بالجملۃ الشہرة الاصطلاحیۃ
وهی کون رواۃ الحدیث فی الطبقة الاولی آحادا معدودین وکثرتهم
بعد ذلک علی ما ذکرہ اصحاب اصول الحنفیۃ او کون طرقہ محصورۃ
باکثر من اثنین علی ذکرہ علماء اصول الحدیث مفقودۃ فی ہذہ

ساتواں طبقہ : اور ساتواں طبقہ ان حضرات کا ہے جو ان مذکورہ امور میں سے
کسی پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ وہ کمزور اور قوی میں فرق کرتے ہیں اور نہ دائیں کو
بائیں سے علیحدہ کر سکتے ہیں بلکہ رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح جو کچھ ان
کو ملتا ہے، اس کو جمع کرتے جاتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں پر افسوس ہے اور ان کی تقلید
کرنے والوں پر انتہائی افسوس ہے۔ انتہی (یہاں تک ابن پاشا کی عبارت مکمل ہوئی)
چھٹی وجہ : بیشک وہ روایات جن کو ان مصنفین نے ذکر کیا ہے، ان کی اسناد
ذکر نہیں کیں اور نہ ہی ان احادیث کی تخریج کرنے والوں کا حوالہ دیا ہے اور ایسی
حدیث کو جس کی کوئی اصل اور سند نہ ہو، اس کا قبول کرنا عقل مندوں کی شان نہیں
ہے۔

پس بیشک نبی کریم ﷺ اور ان ناقلین کے درمیان ایسے بیابان ہیں کہ چلنے والوں
کی سواریاں ان میں ہلاک ہو جاتی ہیں۔ تو صرف ان کے یہ کہنے پر کیسے اعتماد کرنا جائز
ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے۔ پس بیشک روایت کا (حضور ﷺ
سے) ان ناقلین تک یا ہم تک پہنچنا اسناد کے بغیر ممکن ہی نہیں تو اسناد کے احوال کی
تحقیق اور ان کی جانچ پڑتال اور ان کی عدالت کی وضاحت ضروری ہے تاکہ اس کی
وجہ سے حدیث صفت قبول کے ساتھ حاصل ہو جائے اگر ان کے راویوں میں قبول کی

الروایات لكونها خالية عن الطرق والاسانيد واما الشهرة المطلقة بمعنى كونها مشهورة على السنة العامة فغير معتبرة والا يلزم قبول كثير من الاحاديث الموضوعة فان قال قائل انها مشهورة عند الفقهاء قلنا ليس كذلك لخلو اكثر كتب الفقه من المذاهب الاربعة عن ذكرها وان ادعى انها مشهورة عند المحدثين قلنا هذا المدعى من الكاذبين فان اكثر كتب الحديث بل كلها لا اثر لها فيها فان قال قائل من نقل هذه الروایات لجلالة قدرهم وبناهة ذكرهم كاف للاستناد به قلنا كلا لا يقبل حديث من غير اسناد ولو نقله معتمد لا سيما اذا لم يكن الناقل من نقاد الاحاديث وجلالة قدره لا يستوجب قبول كل ما نقل الا ترى الى صاحب احياء العلوم مع

صفات پائی جاتی ہیں۔ یا اس روایت کا رد ہونا واضح ہو جائے اگر اس کے راویوں میں رد کی صفات پائی جاتی ہیں۔ اور اس کے بغیر اس روایت سے دلیل پکڑنا کسی ایسے شخص کے لیے مناسب نہیں جس میں تھوڑی سی عقل بھی ہے۔

اور محمد بن عبد الباقي الرزقانیؒ نے شرح المواہب میں فرمایا کہ ابن مبارکؒ نے فرمایا ہے کہ اسنادین کا حصہ ہیں، اگر اسناد نہ ہوتیں تو ہر کوئی جو کچھ چاہتا، کہتا پھرتا۔ اور ان ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ جو شخص اپنا دین سند کے بغیر حاصل کرتا ہے، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سیڑھی کے بغیر چھت پر چڑھتا ہے۔ اور سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ اسناد تو مومن کا ہتھیار ہیں۔ تو جب اس کے پاس ہتھیار ہی نہ ہو تو کس چیز کے ساتھ وہ لڑے گا؟ اور امام شافعیؒ نے فرمایا جو آدمی حدیث کو سند کے بغیر حاصل کرتا ہے، اس کی مثال رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے (کہ وہ لکڑیوں کے ساتھ ہر قسم کا کوڑا کرکٹ بھی اکٹھا کر لیتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہر صحیح اور غلط، بامقصد اور بے مقصد باتوں کو جمع کر لیتا ہے) اور بقیہؒ نے کہا کہ میں نے حماد بن زید کے ساتھ چند احادیث کا مذاکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر ان کے پر یعنی اسناد ہوتیں تو یہ کیا ہی عمدہ ہوتیں۔ انتہی ملخصاً

جلالة قدره اورد فی کتابه احادیث لا اصل لها فلم يعتبر بها كما يظهر من مطالعة تخريج احادیثه للحافظ العراقي وهذا صاحب الهداية مع كونه من اجلة الحنفية اورد فيها اخبارا غريبة و ضعيفة فلم يعتمد عليها كما يظهر من مطالعة تخريج احادیثها للزيلعي وابن حجر العسقلانی وسابعها ان آثار الوضع على هذه الروایات ظاهرة و قرائن الاختلاف عليها قائمة قال الحافظ زين الدين العراقي فی شرح الفية الحديث قال ابن الصلاح وانما يعرف كون الحديث موضوعا باقرار واضعه او ما ينزل منزلة اقراره قال وقد يفهمون الوضع من قرينة حال الراوی او المروى فقد وضعت احادیث طويلة تشهد بوضعها ركافة الفاظها و معانيها انتهى وروينا

اور ملا علی قاریؒ نے تذکرۃ الموضوعات میں کہا کہ الحافظ ابو بکر بن حذاء نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی مسلمان کے لیے اس وقت تک یہ جائز نہیں ہے کہ یوں کہے کہ حضور ﷺ نے اس طرح فرمایا جب تک اس کے پاس یہ قول مروی نہ ہو اگرچہ کم درجہ کی روایت ہو۔

اعترض: پس اگر آپ یہ کہیں کہ یہ حدیث تو احادیث مشہورہ میں سے ہے اس لیے اس کی اسناد کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔

جواب: تو میں کہوں گا کہ اگر مشہور سے مراد وہ شہرت ہے جو اصول حدیث والوں کی اصطلاح میں ہے تو وہ بھی اسناد کے ثبوت اور ان کے دلیل پکڑنے کے ثبوت پر موقوف ہے (یعنی پہلے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ یہ حدیث مشہور ہے) اور اسی طرح ان کے رواۃ کی بحث (چھان بین) پر موقوف ہے اور اگر مشہور سے مراد مطلق شہرت ہے اگرچہ وہ علماء اور عوام کی زبان پر مشہور ہو تو یہ چیز فائدہ کا باعث نہیں کیونکہ اس شہرت کا ایسی جگہوں میں اعتبار ہی نہیں ہے۔ پس کتنی ہی احادیث ہیں جو عام لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں اور فقہی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں حالانکہ شریعت میں ان کا کوئی ثبوت ہی نہیں ہے۔ بلکہ وہ یا تو موضوع ہیں یا ساقط الاعتبار حد تک ضعیف ہیں جیسا کہ لَوْلَاکَ لَمَّا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ والی حدیث (یعنی حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ

عن الربيع بن خيثم قال ان للحديث ضوءا كضوء النهار تعرف وظلمة كظلمة الليل تنكر وقال ابن الجوزي اعلم ان الحديث المنكر يقشعر له جلد الطالب للعلم ويتنفر عنه قلبه في الغالب انتهى وقال الهسخاوي في شرح الالفية وربما يعرف اى الوضع بالركة اى الضعف عن قوة فصاحة صلعم في اللفظ والمعنى معا وكذا في احدهما والركة في المعنى كان يكون مخالفا للعقل ضرورة واستدلالا ولا يقبل تاويلا بحال نحو الاخبار عن الجمع بين الضدين قال ابن الجوزي وكل حديث رايته يخالف العقول ويناقض الاصول فاعلم انه موضوع فلا تتكلف اعتباره اى لا تعتبر رواته ولا تنظر في جرحهم او يكون مما يدفعه الحس والمشاهدة او مبائنا

نے فرمایا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو میں جہنم کو پیدا ہی نہ کرتا اور یہ حدیث کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ اور حدیث یوم صومکم یوم نحرکم اور یہ حدیث کہ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ اور اس کے علاوہ بھی کئی احادیث ہیں جو احادیث کی نقد و جرح کرنے والے حضرات کی تصانیف مثلاً "موضوعات لابن الجوزی" اللالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة والدرر المنثورة فی الاحادیث المشهورة یہ دونوں کتابیں امام سیوطیؒ کی ہیں اور المقاصد الحنة فی الاحادیث الشترہ علی الاسنہ یہ امام سخاویؒ کی ہے اور ملا علی قاریؒ کی تذکرۃ الموضوعات وغیرہ کا مطالعہ کرنے والے پر تحقیق نہیں ہیں۔

اور محمد بن عبد الرحمن السخاویؒ نے فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث میں کہا ہے کہ حدیث مشہور کا اطلاق اس پر بھی کیا جاتا ہے جو دو یا دو سے زائد اسناد سے مروی ہو اور اس پر بھی کیا جاتا ہے جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہو۔ تو یہ شامل ہوگا اس پر بھی جس کی ایک یا اس سے زائد اسناد ہوں بلکہ اس پر بھی جس کی کوئی سند نہ ہو۔ جیسا کہ یہ روایت کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں اور یہ حدیث کہ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا) میں عادل بادشاہ کسریٰ کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں، اور یہ احادیث لوگوں میں مشہور ہیں مگر یہ بالکل موضوع ہیں۔ اور اس

لنص الكتاب او السنة المتواترة او الاجماع القطعی او يتضمن الافراط بالوعيد الشديد على الامر اليسير او بالوعد العظيم على الفعل اليسير وهذا الاخير كثير موجود في حديث القصاص انتهى وقال الحافظ ابن حجر في شرح نخبه الفكر ومنها ای قرائن الوضع ما يوجد من حال المروى كان يكون مناقضا لنص القرآن او السنة المتواترة او الاجماع القطعی او صريح العقل انتهى قال السيوطی فی تدرب الراوی بشرح تقریب النواوی ومن جملة دلائل الوضع ان يكون مخالفا للعقل بحيث لا يقبل ای تاویل او يكون مما يدفعه الحس والمشاهدة وان يكون منافيا لدلة الكتاب القطعية او السنة المتواترة او الاجماع القطعی وقال ابن الجوزی ما

قسم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں اور جو شخص ابن جوزی کی موضوعات کا مطالعہ کرے گا تو وہ اس قسم کی بہت سی احادیث کو پہچان لے گا۔ انتہی (امام سخاوی کی عبارت مکمل ہوئی) اور اسی طرح انہوں نے فرمایا کہ جن روایات کو حضرات محدثین کرام نے مشہور قرار دیا ہے، ان کے علاوہ کسی مشہور کا اعتبار نہ ہوگا۔ انتہی اور خلاصہ یہ ہے کہ (اصول کی حدیث کی رو سے) شہرت اصطلاحیہ یہ ہے کہ حدیث کے راوی طبقہ اولیٰ میں آجائے یعنی چند ہوں اور اس کے بعد ان کی تعداد بکثرت ہو جائے جیسا کہ اصحاب اصول حنفیہ نے ذکر کیا ہے (یعنی احناف کے اصول فقہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے) یا اس کی اسناد محدود مگر دو سے زائد ہوں جیسا کہ علماء اصول حدیث نے ذکر کیا ہے تو شہرت اصطلاحیہ ان روایات میں (جو قضاء عمری والے حضرات پیش کرتے ہیں) نہیں پائی جاتی۔ اس لیے کہ یہ تو طرق اور اسانید ہی سے خالی ہے۔ اور بہر حال شہرت مطلقہ اس معنی میں کہ عام لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں تو اس شہرت کا اعتبار نہیں ہے۔ ورنہ تو بہت سی موضوع احادیث کو قبول کرنا پڑے گا۔

اعتراض: پس اگر کوئی یوں کہے کہ یہ روایات فقہاء کے ہاں مشہور ہیں۔

جواب: تو ہم کہیں گے کہ ایسا نہیں ہے اس لیے کہ مذاہب اربعہ کی اکثر کتب

فقہ ان کے ذکر سے خالی ہیں، اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ یہ محدثین کے ہاں مشہور ہیں تو

احسن قول القائل اذا رايت الحديث يباين المعقول او يخالف المنقول او يناقض الاصول فاعلم انه موضوع قال و معنى مناقضة الاصول ان يكون خارجا عن دواوين الاسلام المسانيد والكتب المشهورة انتهى ملخصا و مثله فى مقدمة ابن الصلاح و مختصر ابن جماعة و خلاصة الطيبي و غيرها من كتب اصول الحديث و تفصيل هذا البحث مفوض الى رسالتى ظفر الامانى بشرح المختصر المنسوب الى الجرجانى وفقنا الله لختمه كما وفقنى لبدنه و من المعلوم ان هذه القرائن التى ذكروها لكون الحديث موضوعا موجودة فى هذه الروايات التى سطرورها فانها مخالفة للمعقول و مباعدة للاصول و مناقضة لصحيح المنقول ولا اثر لها فى دواوين

ہم کہیں گے کہ ایسا دعویٰ کرنے والا جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے پس بیشک حدیث کی اکثر کتابیں بلکہ ساری کی ساری کتب میں ان کا کوئی نام و نشان ہی نہیں ہے۔ پس اگر کوئی یوں کہے کہ بڑے مرتبے اور بڑی شہرت والے حضرات کا ان روایات کو نقل کرنا ہی ان سے دلیل پکڑنے کے لیے کافی ہے تو ہم کہیں گے کہ ہرگز اسناد کے بغیر حدیث قبول نہیں کی جاسکتی اگرچہ معتد آدمی اس کو نقل کرے خصوصاً جبکہ نقل کرنے والا احادیث کی پرکھ کرنے والوں (ائمہ جرح و تعدیل) میں سے نہ ہو اور کسی کا بلند شان والا ہونا اس کی ہر منقولہ بات کے قبول کر لینے کو واجب نہیں کرتا۔ کیا آپ احیاء العلوم والے (امام غزالیؒ) کو نہیں دیکھتے کہ اس نے بلند قدر ہونے کے باوجود اپنی کتاب میں ایسی حدیثیں لائی ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تو ان کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا جیسا کہ حافظ عراقی کی تخریج احادیث کے مطالعہ سے یہ چیز واضح ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح صاحب ہدایہ باوجودیکہ وہ احناف کے اہل حضرات میں سے ہیں، انہوں نے بھی بعض غریب اور ضعیف روایات پیش کی ہیں تو ان (روایات) پر اعتماد نہیں کیا جاتا جیسا کہ زیلعی کی ہدایہ کی تخریج احادیث (نصب الرایہ) اور ابن حجر عسقلانیؒ کی تخریج احادیث (الدرایہ) کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

ساتویں وجہ: بیشک ان (تضاد عمری کے لیے پیش کی جانے والی) روایات کے

الحديث المشهورة المعتمدة الكافلة بجمع آثار الرسول وفيها من ركافة الالفاظ ما لا يخفى على المتبحر ووعده كثير مبائن للعقل والنقل على الفعل القليل المختصر والذي اظنه ظنا صحيحا ان شاء الله تعالى ان امثال هذه الروايات وضعها بعض المتعبدین الجاهلین ظنا منهم انهم يحسنون من غير علم انهم فی ذلك مواخذون ونقل عنهم جمع بعد جمع اعتمادا عليهم واغترارا بحسن سيرتهم ويشهد لذلك انه لا يوجد امثال هذه الروايات الا فی كتب اصحاب الاوراد والوظائف ورسائل من يقصد جمع الغرائب واللطائف من غير تنقيد وتسديد ولو كان لها اصل لكان له اثر فی كتب الصحاح او السنن او المسانيد وغيرها من تصانيف

موضوع ہونے کی علامات ظاہر ہیں اور من گھڑت ہونے کے قرائن ان پر قائم ہیں۔ حافظ زین الدین عراقی نے شرح الفیہ الحدیث میں فرمایا ہے کہ ابن الصلاح نے کہا ہے کہ حدیث کا موضوع ہونا یا تو واضح کے اقرار سے یا اس کے اقرار کے قائم مقام چیز کے پائے جانے سے پہچانا جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ بیشک (حضرات محدثین کرام) راوی یا مروی روایت کی حالت سے ہی اس کا موضوع ہونا پہچان لیتے ہیں۔ پس بیشک لمبی لمبی احادیث وضع کی گئی ہیں جن کے الفاظ یا ان کے معنی کی کمزوری ہی ان کے موضوع ہونے پر شاہد ہیں۔ انتہی

اور ہم نے ربیع بن خیشم سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ حدیث کے لیے روشن دن کی چمک کی طرح چمک ہوتی ہے جس کو پہچانا جاسکتا ہے اور (من گھڑت روایت میں) رات کی تاریکی جیسی تاریکی ہوتی ہے جس کا انکار کیا جاتا ہے اور ابن جوزی نے کہا آپ جان لیں کہ بیشک منکر حدیث کی وجہ سے طالب علم کی جلد کے روگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اکثر دل اس سے تنفر کرتا ہے۔ انتہی

اور سخاوی نے شرح الافیہ میں فرمایا کہ بے اوقات روایت میں لفظی یا معنوی کمزوری کی وجہ سے وضع کو پہچانا جاتا ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کو لفظ اور معنی

المحدثین او کان له ذکر فی کتب الفقهاء المعبرین واذلیس فلیس
فان قال قائل نقلة هذه الروایات من الثقات ویستعبد عنهم نقل
الخرافات والمکذوبات قلنا کونهم من المتدینین لا یستعبد به
وقوع ذلك عنهم ولا اقول انهم نقلوا ذلك مع علمهم بکذب ذلك بل
وقع لهم الاغترار بقول غیرهم فانهم لیسوا من المحدثین ولا
اسندوها الی احد من الناقدين والعبرة فی هذا الباب لهم لا لغيرهم
وقد قال السخاوی فی شرح الالفیة واضرهم ای الوضاعین قوم زهد
وصلاح نسبوا کابی بشر احمد بن محمد المروزی الفقیه وابی داؤد
النخعی وقد وضعوا الاحادیث فی الفضائل والرغائب للحسبة
بمعنی انهم یحتسبون برعهم الباطل وجهلهم فی صنیعهم ذلك لاجر

دونوں میں اور اسی طرح ان میں سے ہر ایک میں بھی قوت فصاحت حاصل تھی۔ اور
معنی میں کمزوری کا مطلب یہ ہے کہ بدانتہا "استدلال" عقل کے مخالف ہو اور تاویل کو
کسی حال میں قبول نہ کرے جیسا کہ ایسی اخبار جن میں اجتماع ضدین ہو۔ ابن جوزی
نے فرمایا کہ ہر ایسی حدیث جس کو آپ عقل کے خلاف اور اصول سے متصادم دیکھیں
تو جان لیں کہ وہ موضوع ہے۔ اس کے رواۃ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان
کے معاملہ میں جرح کو دیکھا جائے گا۔ یا وہ حدیث ایسی ہو جس کو حس اور مشاہدہ رد
کرتے ہیں یا وہ کتاب اللہ کی نص یا سنت متواترہ یا قطعی اجماع کے مابین ہو یا وہ
معمولی بات میں بہت بڑی وعید یا تھوڑے سے فعل پر بہت بڑے وعدے پر مشتمل ہو
اور یہ آخری صورت قصاص سے متعلق احادیث میں بکثرت موجود ہے۔ انتھی (یعنی
وہ روایات جن میں آتا ہے کہ جن لوگوں کے بارہ میں جنت کا فیصلہ ہو جائے گا مگر ان
کے آپس میں معاملات ہوں گے تو ان کو ایک پل پر روک لیا جائے گا تو وہاں اپنے
معاملات کو نمٹالیں گے۔ ان میں ایسا آدمی بھی ہوگا جو اپنا حق معاف کرنے پر آمادہ نہ
ہوگا تو اس کو جنت میں بہت بڑے محل اور بدلہ کا لالچ دیا جائے گا۔ اس قسم کی روایات
کی طرف اشارہ ہے)

اور حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں فرمایا ہے کہ موضوع حدیث کے

وطلب الثواب فقبلت تلك الموضوعات ركونا اليهم ووثوقا بهم لما اتصفوا به من التدين انتهى وقال العراقي وضرب يتدينون بذلك لترغيب الناس في افعال الخير بزعمهم وهم منسوبون الى الزهد وهم اعظم الاصناف ضررا لانهم يحتسبون بذلك وبرونه قربة فلا يمكن تركهم لذلك والناس يركنون اليهم لما سنوا له من الزهد والصلاح فينقلونها عنهم ولهذا قال يحيى بن سعيد القطان ما رايت الصالحين اكذب منهم في الحديث يريد والله اعلم بذلك المنسوبين للصالح بغير علم يفرقون به بين ما يجوز لهم وما يمتنع عليهم انتهى وقد صرح جمع من المحدثين بكون امثال هذه الروايات موضوعة ويكون هذه الصلوة بدعة باطلة قال على القاري

قارئ میں سے ایک یہ ہے کہ مروی روایت کی حالت ایسی پائی جائے کہ وہ نص قرآنی یا سنت متواترہ یا قطعی اجماع یا صریح عقل کے خلاف ہو۔ انتہی اور سیوطیؒ نے تقریب النواوی کی شرح تدریب الراوی میں فرمایا ہے کہ وضع کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عقل کے مخالف ہو اور تاویل کو قبول نہ کرے یا اس کو حس اور مشاہدہ رد کرے اور یہ کہ وہ کتاب کے قطعی دلائل یا سنت متواترہ یا قطعی اجماع کے منافی ہو۔

اور ابن الجوزیؒ نے فرمایا کہ قائل کی یہ بات کیا ہی اچھی ہے کہ جب آپ دیکھیں کہ حدیث معقول کے مابین یا منقول کے مخالف یا اصول سے متصادم ہے تو جان لیں کہ وہ حدیث موضوع ہے اور کہا کہ اصول سے متصادم ہونے کا معنی یہ ہے کہ مسانید کے بارہ میں اسلامی تالیفات اور مشہور کتابوں سے خارج ہو۔ انتہی ملخصاً اور اسی کے مثل مقدمہ ابن الصلاح اور مختصر ابن جماعہ اور خلاصۃ الطیبی وغیرہ اصول حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اور اس بحث کی تفصیل میں نے اپنے رسالہ ظفر الامانی بشرح المختصر المنسوب الی الجرجانی کے لیے چھوڑ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے پورا کرنے کی توفیق دے جیسا کہ اس نے اس کے شروع کرنے کی توفیق دی ہے۔

المکى فى تذکرة الموضوعات حدیث من قضى صلوٰۃ من الفرائض فى آخر جمعة من رمضان كان ذلك جابرا لكل صلوٰۃ فائتة فى عمره الى سبعین سنة باطل قطعاً لانه مناقض للاجماع على ان شیئا من العبادات لا يقوم مقام فائتة سنوات ثم لا عبرة بنقل صاحب النہایة ولا بقية شراح الہدایة لانهم ليسوا من المحدثین ولا استندوا الحدیث الى احد من المخرجین انتهى ومثله فى رسالة اخرى مختصرة له فى الموضوعات مسماة بالمصنوع فى معرفة الموضوع وقال القاضى الشوکانى فى الفوائد المجموعة فى الاحادیث الموضوعية حدیث من صلى فى آخر جمعة من رمضان الخمس الصلوات المفروضة فى اليوم والليلة قضت عنه ما اخل به من صلوٰۃ

اور یہ واضح بات ہے کہ یہ قرآن (جو محدثین کرام نے موضوع حدیث کے بیان کیے ہیں) ان روایات میں جو ان حضرات (قضاء عمری کے قائلین) نے ذکر کی ہیں، ان میں موجود ہیں۔ بیشک وہ روایات عقل کے مخالف اور اصول کے مباین اور صحیح منقول سے متصادم ہیں۔ اور حدیث کی ان معتبر اور مشہور کتب میں ان کا کوئی نشان تک نہیں ہے جن کتابوں میں آثار رسول ﷺ کو جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور پھر ان روایات میں الفاظ کی بھی ایسی کمزوری ہے جو کسی عالم پر مخفی نہیں ہے۔ اور بہت ہی مختصر فعل پر بہت بڑا وعدہ، یہ عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔

اور میں یہ خیال کرتا ہوں اور ان شاء اللہ میرا خیال صحیح ہوگا کہ بیشک اس جیسی روایات کو بعض جلیل قسم کے مبتدعین نے وضع کیا ہے، یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں اور وہ اس سے بے خبر رہے کہ اس بارہ میں ان کا مواخذہ بھی کیا جائے گا۔ اور ان پر اعتماد اور ان کے حسن سیرت سے دھوکہ کھانے کی وجہ سے یہ روایات جماعت در جماعت نقل ہوتی گئیں۔

اور اس کی شہادت یہ چیز دیتی ہے کہ یہ احادیث صرف صوفیاء کی کتابوں میں ملتی ہیں یا ان لوگوں کے رسائل میں ملتی ہیں جو تنقید اور اصلاح کی پرواہ کیے بغیر غرائب

سنة هذا موضوع بلا شك فيه ولم اجده فى شئ من الكتب التى جمع مصنفوها فيها الاحاديث الموضوعة ولكنه اشتهر عند جماعة من المتفقهة بمدينة صنعاء فى عصرنا هذا وصار كثير منهم يفعلون ذلك ولا ادرى من وضعه لهم فقبح الله الكذابين انتهى وقال الشيخ عبدالعزيز الدهلوى فى رسالته العجالة النافعة عند ذكر قرائن الوضع ما معربه الخامس ان يكون مخالفا لمقتضى العقل وتكذبه القواعد الشرعية مثل القضاء العمري ونحو ذلك انتهى وفى شرح المواهب اللدنية لمحمد بن عبد الباقي الزرقانى المالكى نقلا عن شرح منهاج النووى لابن حجر المكي الهيثمى الشافعى المسمى بالتحفة بعد ذكر قباحة حفيظة رمضان وسياتى ذكرها واقبح من

اور لطائف کو جمع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اور اگر ان روایات کی کچھ بھی اصل ہوتی تو یہ ان کتب صحاح، سنن یا مسانید وغیرہ میں ہوتیں جو محدثین کرام نے تصنیف فرمائی ہیں۔ یا ان کا ذکر معتبر فقہاء کی کتابوں میں ہوتا۔ جب یہ بات نہیں ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان روایات کی کوئی اصل ہی نہیں ہے۔

اعتراض: پس اگر کوئی کہنے والا یوں کہے کہ یہ روایات ایسے ثقہ راویوں سے منقول ہیں جن سے خرافات اور جھوٹی روایات کا نقل کرنا بعید ہے۔

جواب: تو ہم کہتے ہیں کہ ان راویوں کے دیندار ہونے کے باوجود مان سے اس

کا صادر ہونا بعید نہیں ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے ان کے کذب کا علم ہونے کے باوجود ان کو نقل کیا ہے بلکہ ان کو دوسرے لوگوں کے قول سے مغالطہ لگ گیا ہے۔ پس بیشک نہ تو وہ محدثین میں سے ہیں اور نہ انہوں نے ناقدین حدیث میں سے کسی کی جانب ان احادیث کی اسناد کی ہے۔ اور اس (حدیث کے قبول کرنے اور نہ کرنے) کے باب میں ان (محدثین اور ناقدین) کا اعتبار ہے، کسی دوسرے کا اعتبار نہیں ہے۔

ذلک ما اعتید فی بعض البلاد من صلوة الخمس فی هذه الجمعة عقب صلاتها زاعمین انها تکفر صلوات العام او العمر المتروکة وذلك حرام لوجوه لا تخفی انتهى ونقل بعضهم عن حمایة الفقه لا سبیل لقضاء الصلوات الخمس فی آخر جمعة رمضان کما قیل من قضی صلوات خمسة فهي جابرة لسبعین سنة لان الاحادیث المروية فيه موضوعة عند المحدثین انتهى ونقل ایضا عن مواهب المنان شرح تحفة الاخوان والتبیین وما اعتاده بعض اهل خراسان من قضاء الفوائت المتکثرة بقضاء صلوة يوم واحد فی الجمعة الاخيرة من رمضان خلف الامام فلیس بشئ لان فيه مفسد احدها ان من شرط الاقتداء اتحاد صلوة الامام والماموم اتحادا شخصیا وهذا لا

اور امام سخاویؒ نے شرح الالفیہ میں فرمایا ہے کہ ان (احادیث کو) وضع کرنے والے حضرات میں سے سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا وہ طبقہ ہے جو زہد اور صلاح کی جانب منسوب ہے (یعنی صوفیاء کرام) جیسے ابو بشر بن احمد بن محمد المروزی الفقیہ اور ابو داؤد النخعی بیشک انہوں نے ترغیبات اور فضائل میں نیکی کی امید سے احادیث وضع کی ہیں یعنی وہ اپنے زعم باطل اور اپنی اس کارروائی کو جہالت کی وجہ سے اجر اور ثواب خیال کرتے ہیں، پھر ان پر اعتماد اور ان کے دین داری کے ساتھ متصف ہونے کے باعث ان پر وثوق کی وجہ سے یہ موضوع روایات قبول کر لی گئیں۔ انتھی

اور عراقی نے کہا کہ (ان وضاعین میں سے) ایک طبقہ کے لوگ اپنے زعم کے مطابق خیر کے کاموں میں لوگوں کو رغبت دلانے کے لیے اس (وضع حدیث) کو دینداری سمجھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو زہد کی جانب منسوب ہیں (یعنی صوفیاء کرام) اور یہ طبقہ باقی تمام کی بہ نسبت زیادہ ضرر رساں ہے کیونکہ وہ اس کو نیکی اور قربت خیال کرتے ہیں تو ان کا اس کو چھوڑنا کیسے ممکن ہے۔ اور لوگ ان پر اعتماد کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے زہد اور صلاح کا طریق اختیار کیا ہوا ہے، پھر وہ لوگ ان سے ان (موضوع روایات) کو نقل کرتے ہیں۔ اور اسی لیے یحییٰ بن سعید القطانؒ نے فرمایا کہ

یوجد فیہم یقینا والثانی انہم یعتقدون ان هذه الصلوة تکفیہم عن جمیع الفوائت وهذا الاعتقاد یقلع اصل احکام الاسلام والثالث انها اعلان وتشہیر لکبائر نفوسہم وهو فسق والرابع انها اختراع بدعی وضلالة ما اجاز لهم الشارع لذلك لا دلالة ولا اشارة ولا قیاسا ولا اجماعا وما رواہ من حدیث فی ذلك کذب لا ینبغی لمومن المحقق ان یصغی الیہ کما حققہ علی القاری فی التذکرۃ والفاضل الکجراتی فی مجمع البحاز وغیرہما فی غیرہما انتہی وقد بلغنی عن بعض الناس لما ارسلت الیہم عبارة القاری الدالة علی الوضع انه قال لا اعتبار للقاری بحذاء صاحب النہایۃ فالمعتمد هو نقل صاحب النہایۃ لا حکم القاری وهذا قول اظن ان

میں نے حدیث کے معاملہ میں صوفیاء سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا۔ اس کی (اس قول سے یحییٰ بن سعید کی) مراد کو اللہ ہی جانتا ہے، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات جائز اور ناجائز کا علم نہ ہونے کی وجہ سے فرق نہیں کر سکتے اور وہ زہد کی جانب منسوب ہیں۔ انتہی (چونکہ ان کا اپنا باطن صاف ہوتا ہے اس لیے وہ دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھ کر ان کی بات کا اعتماد کر لیتے ہیں۔ مترجم)

قضاء عمری کے بدعت ہونے پر اقوال

اور بیشک محدثین کی جماعت نے اس جیسی روایات کے موضوع ہونے اور اس نماز کے بدعت باطلہ ہونے کی تصریح کی ہے۔

ملا علی قاریؒ نے تذکرۃ الموضوعات میں فرمایا کہ وہ حدیث جس میں یہ آتا ہے کہ جس آدمی نے رمضان کے آخری جمعہ میں فرض نمازوں کی قضا کی نیت سے نماز پڑھی تو یہ نماز اس کی تمام فوت شدہ نمازوں حتیٰ کہ ستر سال کی نمازوں کی طرف سے تلافی بن جاتی ہے تو یہ حدیث قطعاً باطل ہے کیونکہ یہ اجماع کے منافی ہے اس لیے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ عبادات میں سے کوئی عبادت کئی سالوں کی فوت شدہ عبادت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

من صدر عنه جاهل لا يعرف مراتب المحققين ولا يعلم الفرق بين الفقهاء والمحدثين فان الله تعالى خلق لكل فن رجالا وجعل لكل مقام مقالا ويلزم علينا ان ننزلهم منازلهم ونضعهم بمراتبهم فاجلة الفقهاء اذا كانوا عارين من تنقيد الاحاديث لا نسلم الروايات التي ذكروها من غير سند ولا مستند الا بتحقيق المحدثين ونقله الاحاديث اذا كانوا عارين عن الفقاہة لا نقبل كلامهم في الفقه كلام الفقهاء المعبرين وقس على هذا صاحب كل فن بكل فن فصاحب النهاية وان كان من اجلة الفقهاء لكنه ليس ببالغ الى مراتب المحدثين فلا نقبل رواياته بلا سند الا اذا نص على اعتبارها جمع من المحدثين فان العبرة في هذا الباب كما مر غير

پھر صاحب نہایہ اور ہدایہ کے دیگر شراح کی (اس بارہ میں) نقل کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ وہ نہ تو محدثین میں سے ہیں اور نہ ہی انہوں نے احادیث جمع کرنے والوں میں سے کسی کی جانب حدیث کی اسناد کی ہے انتہی (یعنی انہوں نے اس حدیث کی کوئی سند بھی بیان نہیں کی)

اور اسی کے مثل انہوں نے موضوع روایات کے بارے میں لکھے گئے اپنے دوسرے مختصر رسالہ جس کا نام المصوع فی معرفۃ الموضوع ہے، اس میں فرمایا ہے۔

اور قاضی شوکلانی نے الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث جس میں یہ آتا ہے کہ جس نے رمضان کے آخری جمعہ میں دن رات میں پانچ نمازیں (قضاء کی نیت سے) پڑھ لیں تو اس کی سال بھر کی نمازوں کی قضا ہو جاتی ہے تو یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور میں نے ان مصنفین کی کتابوں میں سے کسی میں بھی اس حدیث کو نہیں پایا جنہوں نے اپنی کتابوں میں موضوع احادیث بھی جمع کی ہیں۔ لیکن صنعاء شہر کے فقیہ خیال کی جانے والی ایک جماعت سے ہمارے اس زمانہ تک یہ (نماز قضاء عمری) مشہور ہے اور ان کی اکثریت یہ کرتی ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ ان کے لیے اس کو کس نے ایجاد کیا ہے۔

مرہم لا بغیرہم هذا وخلاصة المرام فى هذا المقام ان الروایات فى باب القضاء العمرى مكنوبة وموضوعة والاهتمام به مع اعتقاد تكفير ما مضى بدعة باطله وليس العمل به الا كالعمل باحادیث صلوة الرغائب وصلوة شعبان وغيرها مما صرحوا بوضعها واختلافها وقد صرحوا بان العمل بالحديث الموضوع وكذا ذكره من دون اقتران حكم وضعه محرم لا يفعله من له ادنى حلم ومن الامور المحدثه الباطله فى آخر جمعة رمضان كتابة حفیظة رمضان قال السخاوى فى المقاصد الحسنه فى الاحادیث المشتره على الالسنة حديث لا آلاء الا آلائك يا الله انك سمیع علیم محیط به علمك كعسهلون وبالحق انزلنه وبالحق نزل هذه الفاظ اشتهرت ببلاد

پس اللہ تعالیٰ کذابوں کو خیر سے محروم کرے۔ انتہی۔

اور الشیخ عبد العزیز الدہلویؒ نے اپنے رسالہ العجائز النافعہ میں حدیث کے موضوع ہونے کے چند قرائن ذکر کرنے کے بعد فرمایا جس کی عبارت اس طرح ہے۔ ”پانچواں قرینہ یہ ہے کہ وہ حدیث مقتضاء عقل کے مخالف ہو اور قواعد شرعیہ اس کی تکذیب کرتے ہوں جیسا کہ قضاء عمری وغیرہ“ انتہی۔

اور محمد بن عبد الباقي الزرقانی المالکیؒ کی کتاب شرح اللدنیہ میں ابن حجر المکیؒ ایشی الشافعیؒ کی کتاب التحفہ جو منہاج النوویؒ کی شرح ہے، اس سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے بعد اس کے کہ انہوں نے رمضان میں پائی جانے والی بعض ایسی چیزوں کی قباحت ذکر کی ہے جن کا رمضان میں اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور عنقریب ان کا ذکر آئے گا۔ اور ان میں سے بدترین وہ ہے جو بعض شہروں میں عادت بنالی گئی ہے کہ اس جمعہ کی نماز کے بعد پانچ نمازیں اس خیال سے پڑھتے ہیں کہ یہ سال بھریا عمر بھی کی چھوڑی ہوئی نمازوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ اور یہ کئی ایسی وجوہ سے حرام ہے جو مخفی نہیں ہیں۔ اور ان میں سے بعض نے حمایة الفقہ سے نقل کیا ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ میں پانچ نمازوں کو قضاء کی نیت سے پڑھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ جیسا کہ

اليمن ومكة ومصر والمغرب انها حفيظة رمضان يحفظ من الغرق والسرقة والحرق وسائر الافات ويكتب في آخر جمعة منه فجمهورهم يكتبونه والخطيب يخطب على المنبر وبعضهم بعد صلوة العصر وهي بدعة لا اصل لها وان وقع في كلام بعضهم ورووها في حديث ضعيف وكان شيخنا ينكرها جدا حتى وهو على المنبر في اثناء الخطبة حين يرى من يكتبها كما بينه في الجواهر والدرر انتهى ونقله عنه تلميذه القسطلاني في المواهب اللدنية واقره وقال الزرقاني في شرحه نقلا عن التحفة جزم ايمنتنا وغيرهم بحرمة كتابة وقرائة الكلمات الاعجمية التي لا يعرف معناها وقول بعض كعسولون حية محيططة بالعرش راسها على ذنبها لا يعول عليه لان

کہا گیا ہے کہ جس آدمی نے پانچ نمازیں قضا کی نیت سے پڑھ لیں، یہ ستر سال کی کوتاہی کی تلافی کر دیتی ہیں اس لیے کہ یہ احادیث جو اس بارہ میں مروی ہیں، یہ محدثین کے ہاں موضوع ہیں۔ انتہی۔ اور اسی طرح مواہب المنان شرح تحفة الاخوان والتبيين سے نقل کیا گیا ہے کہ بعض اہل خراسان نے جو عادت اپنائی ہے کہ وہ بہت سی فوت شدہ نمازوں کی قضا رمضان کے آخری جمعہ میں ایک دن کی نماز قضا کی نیت سے امام کے پیچھے پڑھتے ہیں، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اس لیے کہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔

فساد کی پہلی وجہ: بیشک اقتداء کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی نماز کا اتحاد شخصی ہو (یعنی فرائض کی ادائیگی کے لیے ہر لحاظ سے اتحاد ہو کہ جیسی اور جو نماز امام کی ہے، وہی مقتدی کی ہو۔ البتہ فرض پڑھنے والے امام کے پیچھے نقل پڑھنے کا مسئلہ جدا ہے۔ مترجم) اور یہ اتحاد اس صورت میں نہیں پایا جاتا (اس لیے کہ معلوم نہیں کہ امام کی کس دن کی پہلی نماز قضا ہوئی تھی اور مقتدیوں کی کون سی تھی)

مثل ذلك لا مدخل للرای فیہ فلا یقبل فیہ الا ما ثبت عن معصوم علی انها بهذا المعنی لا تلائم ما قبلها فی الحفیظة وهو لا آلاء الا آلاؤك بل هذا اللفظ فی غایة الابهام ومن ثم قیل انها اسم صنم ادخلها ملحد علی جهة العوام وكان بعضهم اراد رفع ذلك الابهام فزاد بعد الجلالة محیط به علمك كعسھطون ای كاحاطة تلك الحیة بالعرش وهو غفلة عما تقریران هذا لا یقبل الا ما صح فیہ عن معصوم واقبح من ذلك ما اعتید فی بعض البلاد من صلوة الخمس فی هذه الجمعة الى آخر ما نقله سابقا وقال ابن الحاج المالکی فی المدخل ونهى الناس عن كتبهم الحفائظ فی آخر جمعة من رمضان فی حال الخطبة الثالث انه یشتغل عن سماع الخطبة الرابع

فساد کی دوسری وجہ: بیشک وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ نماز ان کی تمام فوت شدہ نمازوں کی جگہ کافی ہو جاتی ہے اور یہ اعتقاد تو احکام اسلام کی جڑ ہی اکھاڑ دیتا ہے۔ (یعنی اس نظریہ کی روشنی میں تو احکام اسلام باقی ہی نہ رہیں گے اس لیے کہ کئی سال زکوٰۃ نہ دینے والا ایک دفعہ زکوٰۃ دے کر کہہ دے گا کہ گزشتہ سالوں کی تلافی ہو گئی۔ اسی طرح روزوں وغیرہ کا معاملہ ہوگا تو احکام اسلام باقی ہی نہ رہیں گے) فساد کی تیسری وجہ: بیشک یہ اپنے کبار کا اعلان اور تشہیر ہے اور یہ فسق ہے۔

فساد کی چوتھی وجہ: بیشک یہ من گھڑت بدعت اور گمراہی ہے جس کی شارح علیہ السلام نے اجازت نہیں دی، نہ دلالت اور نہ اشارہ "نہ قیاس" اور نہ اجماع اور جو اس بارہ میں حدیث روایت کرتے ہیں، وہ ایسا جھوٹ ہے کہ کسی حق والے مومن کو مناسب ہی نہیں کہ اس کی جانب کان لگائے جیسا کہ ملا علی قاری نے اس کی تحقیق تذکرہ میں اور فاضل گجراتی نے مجمع البحار میں اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے اپنی کتب میں کی ہے انتھی۔

اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگوں کو جب ملا علی قاری کی یہ عبارت

انه يشتغل ببدعة ويترك ما اختلف فيه الناس من الاصغاء حال الخطبة هل هو فرض او سنة مؤكدة الخامس ما احدثوه من بيعها وشرائها في المسجد فينهي عن ذلك ويزجر فاعله وبعض الناس يكتبها بعد العصر يوم الجمعة وذلك بدعة ايضا لكنها اخف من البدعة المتقدم ذكرها اذ ليس ثم خطبة يشتغل عنها ولو كتبها واسقط عنها اللفظ العجمي ولم يتخذ لكتابتها وقتا معلوما لكان ذلك جائزا انتهى ومن الامور المحدثه تسميتهم الجمعة الاخرة من جمعات رمضان بجمعة الوداع وهذه التسمية وان لم يرد بها كتاب ولا سنة لكن لا بأس بذلك اخذا من تسمية آخر جمعات النبي صلعم في السنة العاشرة من الهجرة بحجة الوداع وليس في امثال

پہنچی جس میں انہوں نے اس روایت کو موضوع کہا ہے تو ان لوگوں نے کہا کہ صاحب التہایہ کے مقابلہ میں ملا علی قاریؒ کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ صاحب التہایہ کی نقل کا اعتماد ہے نہ کہ ملا علی قاری کے حکم کا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی بات کوئی ایسا جلیل آدمی ہی کہہ سکتا ہے جو محققین کے مراتب کو نہیں پہچانتا اور نہ ہی وہ محدثین اور فقہاء کے درمیان فرق کو جانتا ہے۔ پس بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر فن کے لیے مستقل آدمی پیدا فرمائے ہیں اور ہر ایک کے کلام کرنے کا مقام مختلف ہے۔ اور ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کو ان کے مقام پر ہی اتاریں اور ان کے مراتب پر ہی رکھیں۔ پس اجل فقہاء جب وہ احادیث کی تنقید کے فن سے ناواقف ہوں تو ہم وہ روایات ان کی تسلیم نہیں کرتے جو وہ بلا سند ذکر کریں اور کوئی روایت محدثین کی تحقیق کے بغیر مستند ہو ہی نہیں سکتی۔ اور محدثین کا احادیث کو نقل کرنا جبکہ وہ فقہاء سے ناواقف ہوں تو ہم ان کی بات فقہی مسائل میں تسلیم نہیں کرتے کیونکہ فقہ میں معتبر فقہاء کے کلام کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور اسی پر آپ باقی ہر فن والے کے بارے میں قیاس کریں۔ پس صاحب التہایہ اگرچہ اجل فقہاء میں سے ہیں لیکن وہ محدثین کے مراتب تک پہنچنے والے نہیں ہیں تو ان کی بلا سند روایت ہم قبول نہیں کر سکتے۔ مگر اس وقت جبکہ محدثین کی جماعت سے اس کا اعتبار کرنے پر صراحت موجود ہو۔ پس اس باب میں

هذه التسمية ابتداء غير مشروع واختراع امر ممنوع ومن الامور المحدثه ما شاع في اكثر بلاد الهند والدكن وغيرهما من قراءة الخطباء في خطبة آخر جمعات رمضان اشعارا فارسية وهندية مشتملة على مضامين التحسر بذهاب رمضان وهذا امر يجب على العلماء الزجر عنه فان خلط الخطبة بغير العربية كذا قراءة كلها بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من عصر حضرة الرسالة والصحابة ومن بعدهم من ارباب الجلالة وقد حققت هذه المسئلة مع ما لها وما عليها في رسالتى آكام النفائس في اداء الاذكار بلسان الفارس فلتطالع ومن الامور المحدثه ما ذاع في اكثر بلاد الهند والدكن وغيرهما من تسمية خطبة الجمعة الاخيرة بخطبة الوداع

اعتبار ان ہى کا ہے، کسی اور کا نہیں جیسا کہ پہلے کئی بار گزر چکا ہے۔ اور اس مقام پر مقصود بات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک قضاء عمری کے بارے میں جو روایات ہیں، وہ جھوٹی اور من گھڑت ہیں اور تمام فوت شدہ نمازوں کی قضا کا کفارہ ہونے کے اعتقاد سے اس نماز کا اہتمام بدعت باطلہ ہے۔ اور اس پر عمل اسی طرح ہے جس طرح کہ صلوٰۃ الرغائب اور صلوٰۃ شعبان وغیرہا کی روایات پر جن کے بارے میں انہوں نے موضوع ہونے کی صراحت کی ہے۔

اور انہوں نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ موضوع حدیث پر عمل کرنا اور اسی طرح موضوع ہونے کا حکم لگائے بغیر اس کا ذکر کرنا حرام ہے جس کا ارتکاب معمولی عقل والا آدمی بھی نہیں کر سکتا۔

کتابت حفینہ

(رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں خطبہ کے دوران یا عصر کی نماز کے بعد مخصوص الفاظ پر مشتمل ایک تعویذ لکھتے ہیں، اس کو کتابت حفینہ کہتے ہیں)
اور رمضان کے آخری جمعہ میں من گھڑت بدعات میں ایک کتابت حفینہ رمضان ہے۔ امام سخاویؒ نے القاصد المحند فی الاحادیث المشترکہ علی اللسانہ میں کہا ہے

وتضمنينها جملا دالة على التحسر بذهاب ذاك الشهر فيدرجون فيها جملا دالة على فضائل ذلك الشهر ويقولون بعد جملة او جملتين الوداع والوداع او الفراق والفراق لشهر رمضان او الوداع او الوداع يا شهر رمضان ونحو ذلك من الالفاظ الدالة على ذلك ومنهم من يقرء خطبة الوداع يوم عيد الفطر وهذا المحدث لا يدري من اى زمان حدث واين حدث وكتب الفقه والحديث من المتقدمين والمتأخرين لا يوجد فيها اثر من ذلك وقد اختلف ارباب العلم فى عصرنا وشئ ممن قبلنا فى ذلك فمن مفرط مشدد ومن مفرط غير مسدد اما الفرقة الاولى فشددت فى منعها بالكلية وحكم بكونها ضلالة لوجوه الاول ان مثل هذه الخطبة المشتملة على مثل هذه

کہ حدیث لا آلاء الا آلانک یا اللہ انک سمیع علیم محیط بہ علمک کعسہلون وبالحق انزلنہ وبالحق نزل (تیری نعمتوں کے سوا کوئی نعمت نہیں ہے، اے اللہ تو سننے والا جاننے والا ہے، احاطہ کرنے والا ہے اس کے ساتھ تیرا علم جیسا کہ سانپ عرش کا احاطہ کرنے والا ہے اور ہم نے حق کے ساتھ اس کو نازل کیا ہے اور حق کے ساتھ ہی وہ اترتا ہے) یہ الفاظ یمن، مکہ، مصر اور مغرب کے علاقوں میں مشہور ہیں۔ بیشک یہ حنفیہ رمضان ہیں کہ ان کو پڑھنے یا لکھنے والا عرق ہونے، مال کے چوری ہونے اور جلنے اور باقی آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور یہ اسی رمضان کے آخری جمعہ کو لکھے جاتے ہیں۔ پس ان کی اکثریت اس وقت اس کو لکھتی ہے جبکہ خطباء منبر پر خطبہ دیتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے عصر کے بعد لکھتے ہیں۔ اور یہ ایسی بدعت ہے جس کا کوئی اصل اور ثبوت نہیں ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں کے کلام میں یہ واقع ہوا ہے۔ اور ضعیف قسم کی حدیث بھی اس میں وارد ہے اور ہمارے شیخ اس کاشت سے انکار کرتے تھے حتیٰ کہ اگر وہ دوران خطبہ کسی کو لکھتا ہوا دیکھ لیتے تو دوران خطبہ ہی

نخت تردید فرماتے۔ جیسا کہ میں نے اس کی وضاحت الجواہر نفور الدرر میں فرمایا ہے۔

انتہی۔

الکلمات الوداعية لم ينقل عن النبي صلعم واصحابه و تابعيهم و تبعهم وكل ما لم يوجد في القرون الثلاثة فهو بدعة محدثة وكل بدعة ضلالة وفيه ان البدعة في الكبرى الاولى ان اريد بها البدعة اللغوية فان اريد في كبرى القياس الثاني البدعة الشرعية وهي ما لم يوجد بنفسه ولا بنظيره في القرون الثلاثة ولم يدل عليه دليل من الادلة الشرعية فالحد الاوسط غير متكرر وان اريد بها اللغوية ايضا " فالكلية ممنوعة لان المحكوم عليه بكون كل فرد منه ضلالة انما هو البدعة الشرعية واما اللغوية فمنقسمة الى اقسام النفع وقد حققت هذا البحث وما يتعلق به في رسالتي اقامة الحجة على ان الاكثار في التعبد ليس ببدعة وفي رسالتي تحفة الاخيار في احياء سنة سيد

اور اس (امام سخاوی) کے شاگرد قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں اس کو نقل کیا اور اس کی تائید کی ہے۔

اور زرقلانی نے اپنی شرح میں التحفہ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارے ائمہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات ایسے غیر عربی کلمات کی کتابت اور قراءت کو حرام جانتے ہیں جن کے معانی نامعلوم ہوں (اور اس کلام میں کعسہلون کا معنی معلوم نہیں ہے) اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کعسہلون یہ ایک سانپ ہے جو عرش کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اس کا سر اس کی دم پر ہے۔ اس قول پر بھروسہ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس جیسی بات کو رائے سے تو معلوم نہیں کیا جا سکتا تو جب تک معصوم ذات (یعنی نبی ﷺ) سے ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک اس کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ (کعسہلون کا یہ معنی) یہ حنفیہ کے ما قبل کلام یعنی لا آلاء الا لانک کے مناسب بھی نہیں ہے بلکہ اس لفظ میں انتہائی ابہام ہے۔

اور اس وجہ سے بعض حضرات نے یہ کہا کہ یہ ایک صنم (بت) کا نام ہے۔ اور ان میں سے بعض نے اس ابہام کو رفع کرنے کا ارادہ کیا اور اسم جلالہ (یا اللہ انک سمیع علیم) کے بعد محیط بہ کعسہلون کا اضافہ کر دیا۔ یعنی تیرا علم اس

الابرار و فی رسالتی التحقيق العجیب فیما يتعقل بالتثویب و فی رسالتی ترویج الجنان بتشریح حکم شرب الدخان و غیرها فلتطالع و ایضا" لو تم هذا الدلیل لم یختص بخطبة الوداع بل جرى فی کل خطبة صنفها العلماء و قراها الخطباء بعبارات جدیدة لم تنقل عن حضرة الرسالة و الصحابة و من بعدهم ممن تبعهم و الحل ان اصل وضع الخطبة لتذکیر نعم الله و التخويف من عذاب الله و المقصود منها انما هو الترغیب و الترهیب و تعلیم الاحکام فکل ما اشتمل علیه یحصل به المرام سواء كانت معانیه و الفاظه بعینها ماثورة او كانت مخترعة محدثة فلیس الاختراع فی مثل ذلك موجبا للضلالة و الا لزم حصر الخطب فی الخطب المنقولة عن اصحاب

طرح احاطہ کرتا ہے جس طرح یہ سانپ عرش کا احاطہ کرتا ہے۔ اور یہ اس مقررہ اور پختہ اصول سے غفلت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ایسی بات صرف معصوم ذات کے بتانے سے ہی صحیح ہو سکتی ہے۔ اور قبیح ترین بات اس بارہ میں یہ ہے جو بعض شہروں میں عادت بنائی گئی ہے یعنی جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اس (کتابت حنفیہ) کے آخر میں اس جمعہ میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں۔

اور ابن الحاج نے اپنی کتاب المدخل میں کہا ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ میں دوران خطبہ لوگوں کو حنفیہ لکھنے سے روکا جائے (پہلی خرابی یہ کہ یہ بدعت ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ اس میں ایسا کلمہ ہے جس کا معنی ہی معلوم نہیں اور) تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ لکھتا تو خطبہ سننے میں خلل ڈالتا ہے۔ اور چوتھی خرابی یہ ہے کہ یہ لکھنے والا بدعت میں مشغول ہوتا ہے۔ اور اس چیز کو چھوڑ دیتا ہے جس کے فرض یا سنت موکدہ ہونے میں اختلاف ہے یعنی دوران خطبہ خطبہ کی جانب کان لگانا۔ اور پانچویں خرابی یہ ہے کہ یہ لوگ اس (تعویذ) کی مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہیں تو اس سے روکا جائے گا اور ایسا کرنے والے کو زجر کیا جائے گا۔ اور بعض لوگ اس کو جمعہ کے دن عصر کے بعد لکھتے ہیں اور یہ بھی بدعت ہے لیکن پہلی کی بہ نسبت ہلکی

القرون الثلاثة ولم يقل به احد من العلماء فلم يزل الفضلاء يصنفون خطبا مشتملة على الفاظ جديدة و معانى غريبة ولم يزل الخطباء ينحتون ترغيبات او ترهيبات من غير قصر على الالفاظ الماثورة نعم يجب ان لا يكون اختراع الالفاظ والمعانى مفوتا لاصل مقصود الخطبة وان لا يكون مغيرا لوضع الخطبة كالعبارات الفارسية والهندية وغيرها التى تغير وضعها فان وضعها انما هو بالعربية لا غيرها الوجه الثانى ما ذكره بعض افاضل عصرنا فى منهيات رسالة الموعظة الحسنة بما يخطب به فى ايام السنة من ان تضمين معنى الحسرة على وداع رمضان غير مشروع ان افطار الصوم احد اسباب الفرحة بدليل حديث ابى هريرة قال قال رسول

ہے۔ کیونکہ اس وقت میں خطبہ نہیں ہے جس سے یہ دوسری جانب مشغول ہوتے ہوں۔ اور اگر اس میں سے عجی الفاظ گراویں اور اس کا کوئی وقت بھی متعین نہ کریں تو یہ جائز ہو سکتا ہے۔ انتہی۔ (یعنی باقی کلمات ایسے ہیں کہ برکت کے لیے ان کو لکھنے اور پاس رکھنے کی گنجائش ہو سکتی ہے)

رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع کہنا

اور ان من گھڑت باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع کا نام دیتے ہیں۔ اور یہ نام اس کا اگرچہ کتب و سنت میں وارد نہیں ہوا مگر اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ خیال کرتے ہوئے کہ جیسے ہجرت کے دسویں سال آپ کے حجوں میں سے آخری حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے تو اس کو جمعۃ الوداع کہہ دیا جائے تو اس جیسے ناموں میں نہ تو کسی کوئی غیر مشروع کام کا ایجاد کرنا ہے اور نہ ہی کسی ممنوع کام کا اختراع ہے اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه اخرجه الشيخان و قد شرعت صلوة العيد يوم الفطر للاستبشار بختم شهر الصيام وحصول تادية امر الملك العلام فلا وجه للتعزن واظهار الحزن على انقضاء شهر رمضان وفيه ان الفرحة بالافطار المذكورة فى الحديث انما هو فرحة عادية طبعية لا فرحة شرعية فان النفس الانسانية لما خلقت متالفة بالاكل والشرب وقضاء اللذات وزين لها حب الشهوات لا بد ان تحصل لها الفرحة بمقتضى طبعها عند الافطار وهذه فرحة عادية دنيوية والاخرى تحصل لها عند رؤية ربها الغفار واما الفرحة الشرعية فانما هى فى الصوم لا فى فطره ولذلك ترى النفوس القدسية يحصل لهم الفرح

جمعتہ الوداع میں اشعار پڑھنا

اور من گھڑت باتوں میں سے یہ بات بھی ہے جو ہندوستان اور دکن وغیرہ کے اکثر شہروں میں رائج ہے یعنی رمضان کے آخری جمعہ میں خطبہ کے دوران خطباء فارسی اور ہندی زبان میں ایسے اشعار پڑھتے ہیں جن میں رمضان کے گزر جانے پر افسوس کا اظہار ہوتا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ علماء پر اس سے روکنا واجب ہے پس خطبہ کو غیر عربی الفاظ کے ساتھ خلط ملط کرنا اسی طرح ہے جیسا کہ سارا خطبہ غیر عربی میں پڑھنا جو کہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے اور یہ حضور علیہ السلامؐ صحابہؓ اور ان کے بعد بڑے بڑے اکابر سے لے کر ہمارے زمانہ تک اسی طرح چلا آ رہا ہے کہ خطبہ عربی میں ہی ہوتا ہے۔ اور میں نے اس مسئلہ کی تحقیق فوائد اور نقصانات سمیت اپنے رسالہ آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس میں کر دی ہے، وہاں مطالعہ کر لیں۔

والنشاط في حالة العبادة ما لا يحصل بانقضائها وشاهده قوله عليه الصلوة والسلام حجب العي من الدنيا النساء والطيب وجعلت قرة عيني في الصلوة قال السخاوي في المقاصد الحسنة اخرجہ الطبرانی فی الاوسط من حدیث اسحق بن عبد اللہ بن ابی طلحة عن انس به مرفوعا وكذا هو عنده في الصغير وكذا للخطيب في تاريخ بغداد من هذا الوجه لكن مقتصرًا على جملة وجعلت فقط رواه النسائي في سننه من حدیث یسار عن جعفر عن ثابت عن انس بلفظ الترجمة واخرجه الحاكم في مستدرکه بدون لفظة جعلت وقال انه

جمعتہ الوداع کے خطبہ کو خطبہ الوداع کہنا

اور من گھڑت باتوں میں یہ بھی ہے کہ ہندوستان اور دکن وغیرہ کے شہروں میں مشہور ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ کے خطبہ کو خطبہ الوداع کا نام دیتے ہیں اور اس میں ایسے جملے شامل کرتے ہیں جو اس مہینہ کے جانے پر افسوس پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر ایسے جملے بھی شامل کرتے ہیں جو اس مہینہ کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ہر ایک جملہ یا دو جملوں کے بعد کہتے ہیں الوداع الوداع۔ یا کہتے ہیں رمضان کے مہینہ کو الفراق الفراق۔ یا کہتے ہیں الوداع الوداع اے شہر رمضان اور اس جیسے اور الفاظ جو اس پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ لوگ عید الفطر کے دن خطبہ الوداع پڑھتے ہیں اور یہ بدعتی اتنا بھی نہیں جانتے کہ کس زمانے میں اور کہاں اس کی ایجاد ہوئی ہے۔ اور متقدمین اور متاخرین محدثین اور فقہاء کی کتابوں میں اس کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا۔

اور ہمارے زمانہ اور گزشتہ قریب زمانہ کے علماء نے اس بارہ میں اختلاف کیا ہے۔ ان میں سے کچھ حد سے تجاوز کرنے والے متشد ہیں (یعنی تردید میں بہت سخت رویہ اختیار کرتے ہیں) اور کچھ حد سے تجاوز کرتے والے راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں۔

صحیح علی شرط مسلم ورواہ مومل بن اہاب فی جزئہ الشہیر قال
نبا سفیان عن جعفر بہ بلفظ وجعل قرۃ والباقی سواء و اخرجہ ابن
عدی فی کاملہ من جہۃ سلام ابانا ثابت البنانی وعلی بن زید
کلاہما عن انس بلفظ الترجمة وهو عند الشافعی ایضا من جہۃ
سلام ابی المنذر عن ثابت عن انس بلفظ حبب الی من الدنیا النساء
والطیب وجعل قرۃ عینی فی الصلوۃ ومن هذا الوجه اخرجہ احمد
وابو یعلی فی مسندیہما وابو عوانۃ فی مستخرجہ الصحیح
والطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی سننہ وآخرون حسبما بینتہ
موضحا فی جزء افردتہ لهذا الحدیث وقد عزاه الدیلمی بلفظ حبب

بہر حال پہلا گروہ تو وہ بالکل اس سے روکنے میں تشدد کرتا ہے اور اس پر گمراہی
ہونے کا حکم لگاتا ہے اور اس کے کئی وجوہ ہیں۔

ممانعت کی پہلی وجہ : بیشک اس جیسا خطبہ جو ان الوداعی کلمات پر مشتمل
ہو، یہ نبی کریم ﷺ آپ کے صحابہ تابعین اور تبع تابعین سے منقول نہیں اور جو فعل
ان تین زمانوں میں نہ پایا جائے تو وہ من گھڑت بدعت ہوتی ہے اور ہر بدعت گمراہی
ہوتی ہے۔

ممانعت کی پہلی وجہ پر گرفت : اور اس (تفسیر ان هذه الکلمات
بدعة محدثة وکل بدعة ضلالة) میں کبریٰ اولیٰ (یعنی صغریٰ) میں اگر بدعت سے
مراد بدعت لغویہ ہو اور کبریٰ میں بدعت سے مراد شرعی ہو اور بدعت شرعی وہ ہوتی
ہے جو قرون ثلاثہ میں نہ پائی جائے اور اولہ شرعیہ میں سے کوئی دلیل بھی اس پر
دلالت نہ کرے تو اس صورت میں حد اوسط متکرر نہیں (حالانکہ نتیجہ حاصل کرنے کے
لیے حد اوسط کا متکرر ہونا ضروری ہے اور یہاں حد اوسط اس لیے متکرر نہیں کہ
صغریٰ میں بدعت لغویہ ہے جبکہ کبریٰ میں بدعت شرعیہ ہے۔ اور صغریٰ اور کبریٰ
بدلنے سے نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔ مترجم) اور اگر کبریٰ میں بھی بدعت لغویہ مراد ہو
(جیسا کہ صغریٰ میں مراد ہے) تو کلیہ ممنوعہ ہے (یعنی قابل تسلیم نہیں ہے) کیونکہ
بدعت شرعیہ کا ہر فرد تو ضلالت ہو سکتا ہے مگر بدعت لغویہ کا ہر فرد ضلالت نہیں ہو

الى كل شئ وحب الى النساء الى آخره للنسائي وغيره مما لم اره فيها انتهى ملخصا فالحاصل ان النفوس البررة شانها الفرح بالعبادات مثل الصوم والصلوة والحج وغيرها وكذلك وينبغي ان تكون قرة العين فيها وبانقضاءها ومضى ايامها يحصل لهم الحزن والالام ويتكدر طبعهم بانقضاء ايام البركة ويعرض لها غم اى غم و اى حزن اعظم للبررة من مفارقة ايام رمضان المشتملة على انواع الرحمة والغفران وقد عقد الحافظ زين الدين عبد الرحمن بن احمد الدمشقى الحنبلى الشهير بابن رجب من تلامذة ابن القيم تلميذ ابن تيمية فى كتابه لطائف المعارف فيما المواسم العام من

سلك۔ اور بہر حال بدعت لغویہ تو اقسام نفع کی جانب منقسم ہے (کہ تو ایجا چیزوں سے کئی قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں) اور میں نے اس بحث اور اس کے متعلقات کی بحث کی تحقیق اپنے رسالہ اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التبعہ لیس بدعۃ میں اور اپنے رسالہ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار میں اور اپنے رسالہ التحقيق العجیب فی ما یتعلق بالتثویب اور اپنے رسالہ ترویج الجنان بتشریح حکم شرب الدخان وغیرہ میں کی ہے تو ان کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔

اور اسی طرح اگر یہ دلیل تام ہو تو یہ خطبہ الوداع کے ساتھ تو مختص نہیں کہ اس میں حضورؐ صحابہؓ اور تابعین سے غیر منقول الفاظ پڑھے جاتے ہیں اس لیے وہ ممنوع ہے۔ مترجم) لیکن اس کا حکم ہر ایسے خطبہ پر ہو گا جو خطباء نے تصنیف کیے ہیں اور ان میں ایسے کلمات جدیدہ ہیں جو حضور علیہ السلام، صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد تابعین سے منقول نہیں ہیں۔ اور اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ خطبہ تالیف کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلانا اور اللہ کے عذاب سے خوف دلانا ہے اور اس سے مقصود ترغیب و ترہیب اور احکام سکھانا ہے تو ہر ایسا خطبہ جو ان جیسی باتوں پر مشتمل ہو، اس کے ساتھ مقصد حاصل ہو جاتا ہے، خواہ اس کے الفاظ اور معانی جیسا منقول

الوظائف مجالس فی ما يتعلق بشهر رمضان و ترجم المجلس السادس بقوله المجلس السادس فی وداع شهر رمضان المعظم قدره و حرمنه و اورد فيه احاديث مشتملة على فضائله و فضائل صيامه و قيامه و قال فيه كان بعض السلف يظهر عليه الحزن يوم عيد الفطر فقال له انه يوم فرح و سرور فيقول صدقتهم ولكنى عبد امرنى مولائى ان اعمل له عملا فلا ادرى اقبله ام لا وراى وهب بن الورد قوما يضحكون يوم عيد فقال ان كان مولاهم تقبل منهم صيامهم فما هذا فعل الشاكرين وان كانوا لم يتقبل منهم صيامهم فما هذا فعل الخائفين وروى عن على رضى الله عنه انه كان ينادى آخر ليلة من

ہوں یا نئے ایجاد شدہ ہوں تو اس قسم کا اختراع ضلالت کا موجب نہیں ہے۔ ورنہ تو خطبوں کا حصر ان ہی منقولہ خطبات میں ہو جائے گا جو قرون ثلاثہ والوں سے منقول ہیں حالانکہ علماء میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ فضلاء مسلسل ایسے خطبات تصنیف کرتے جا رہے ہیں جو نئے نئے الفاظ اور عجیب معانی پر مشتمل ہیں اور خطباء منقولہ الفاظ میں بند کیے بغیر مسلسل ترغیبات یا ترہیلات پر مشتمل خطبات بناتے جا رہے ہیں۔

ہاں یہ بات ضروری ہے کہ الفاظ اور معانی کا اختراع ایسا نہ ہو کہ خطبہ کا مقصد ہی فوت ہو جائے اور خطبہ کا طریق کار ہی بدل جائے جیسے فارسی اور ہندی وغیرہ میں خطبہ جو اس کے طریق کار کو ہی بدل دے۔ پس بیشک اس خطبہ کی وضع عربی زبان میں ہی ہونی چاہیے، اس کے علاوہ کسی اور زبان میں نہیں۔

ممانعت کی دوسری وجہ : وہ ہے جو ہمارے زمانہ کے ایک فاضل نے ذکر کی ہے کہ رمضان کے گزرنے پر افسوس کا اظہار غیر مشروع ہے کیونکہ روزے کا افطار تو فرحت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں، ایک خوشی تو اس کو افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا، اس وقت اس کو ملے گی۔ اس روایت کو حضرات شیخین بخاری و مسلم نے ذکر کیا ہے۔ اور عید الفطر

رمضان یا لیت شعری من هذا المقبول فنهنيه ومن هذا المحروم
فنعزيه وعن ابن مسعود انه قال من هذا المقبول منا فنهنيه ومن هذا
المحروم فنعزيه ايها المقبول هنيئا لك وايها المردود جبر الله
مصيبتك انتهى وقال ايضا بعد ذكر قدر من بركاته ومناقبه عباد الله
ان شهر رمضان قد عزم على الرحيل ولم يبق منه الا القليل فمن كان
منكم احسن فعلية التمام ومن كان فرط فليختمه بالحسنى فالعمل
بالختم فاستمتعوا منه في ما بقى من الليالي اليسيرة والايام
واستودعوه عملا صالحا يشهد لكم به عند المالك العلام وودعوه
الى فراقه بازكى تحية وسلام

کے دن نماز عید تو مشروع ہی رمضان کے روزے ختم ہونے اور ملک العلام کے حکم کو
بجالاتے کی خوشی کی وجہ سے ہے تو پھر پریشان ہونے اور رمضان کا مہینہ گزرنے پر
افسوس کا اظہار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

ممانعت کی دوسری وجہ پر گرفت : اور اس میں یہ بات ملحوظ رہے کہ
حدیث میں افطار کی وجہ سے جو فرحت ذکر کی گئی ہے، وہ فرحت عادیہ طبعیہ ہے فرحت
شرعیہ نہیں ہے۔ پس بیشک انسانی نفس کی جب تخلیق ہی اس طرح کی گئی کہ وہ
کھانے اور پینے اور لذات پورا کرنے کو پسند کرتا ہے اور اس کے لیے خواہشات کی
محبت کو مزین کیا گیا ہے تو ضروری ہے کہ اس کو افطار کے وقت طبیعت کی چاہت کی
وجہ سے فرحت حاصل ہو اور یہ فرحت عادیہ دنیویہ ہے۔ اور دوسری خوشی اس کو اپنے
رب کے دیدار کے وقت ہوگی (اگر یہاں لفظ رؤیہ کی بجائے رؤیہ ہو جیسا کہ اس نسخہ
میں ہے تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ دوسری خوشی روزہ دار کو اس وقت ہوگی جب اس کو
اپنے رب کے ہاں سیرابی نصیب ہوگی اس لیے کہ روزہ دار کو باب الریان سے جنت
میں داخل کیا جائے گا اور جو اس میں سے داخل ہوگا، وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ مترجم)

اور بہر حال فرحت شرعیہ تو وہ روزے میں ہی ہے، افطار میں نہیں اسی لیے
آپ دیکھیں گے کہ نفوس قدسیہ کو عبادت کی حالت میں ایسی فرحت اور خوشی حاصل
ہوتی ہے جو ان کے پورا ہو جانے پر نہیں حاصل ہوتی۔ اور اس کی دلیل حضور علیہ

سلام من الرحمن کل اوان
 علی خیر شهر قد مضی وزمان
 سلام علی شهر الصیام فانه
 فی امان من الرحمن ای امان
 لئن فنیت ایامک الغر بغتہ
 فما الحزن من قلبی علیک بفان

لقد ذهب ايامه وما اطعمم وكتبت عليكم آثاره وما اطعمم
 فكانكم بالمشمربين فيه وقد وصلوا وقطعتم قلوب المتقين الى هذا
 الشهر تحن ومن الم العراق تن -

السلام کا فرمان ہے کہ مجھے دنیا کی اشیاء میں سے عورتیں اور خوشبو پسند ہے اور میری
 آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

امام سخاویؒ نے القاصد الحسنہ میں فرمایا ہے کہ طبرانی نے معجم اوسط میں اسحق بن
 عبداللہ بن ابی طلحہ کی حدیث عن انس مرفوعاً "نفل کی ہے اور اسی طرح اس کی مجسم
 صغیر میں بھی ہے اور اسی طرح خطیب کی تاریخ بغداد میں اس سند سے ہے لیکن صرف
 وجعلت کا جملہ اس میں ہے۔ (یعنی روایت کا باقی حصہ نہیں صرف وجعلت قرۃ
 عینی فی الصلوۃ کا جملہ ہے)

امام نسائیؒ نے اپنی سنن میں یار عن جعفر عن ثابت عن انس کی سند سے اس
 مفہوم کی حدیث روایت کی ہے اور امام حاکمؒ نے اپنی مستدرک میں جعلت کے الفاظ
 کے بغیر نقل کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

اور مول بن ابیہ نے اپنی کتب میں سفیان عن جابر کی روایت وجعل قرۃ
 کے الفاظ سے کی ہے اور باقی الفاظ وہی ہیں۔ اور ابن عدی نے اپنی کتب کامل میں
 سلام عن ثابت بنانی وعلی بن زید عن انس ایک روایت اسی مفہوم کی بیان کی ہے۔

اور وہ روایت امام شافعی سے بھی سلام ابی المنذر عن ثابت عن انس کی سند
 سے ان الفاظ کے ساتھ ہے حب الی من الدنيا النساء والطيب وجعل قرۃ
 عینی فی الصلوۃ

وصال الفراق فما تصنع
اتصبر للبين ام تجزع
اذا كنت تبكى وهم حيرة
فكيف يكون اذا اودعوا

کیف لا تجری للمومن علی فراقه دموع وهو لا یدری هل بقى
له فی عمره الیه رجوع۔

تذکرت ایاما مضت ولیالیا
خلت فجری من ذکرهن دموع
الا هل لنا یوما من الدهر عوده
وهل لی الی وقت الوصال رجوع

اور اسی سند سے امام احمد اور ابو یعلیٰ نے اپنی اپنی مسند میں پیش کی ہے۔ اور
ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں، طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور کچھ اور
حضرات نے بھی بیان کی ہے جیسا کہ میں نے اپنے اس رسالہ میں وضاحت سے بیان کیا
ہے جو اسی حدیث کی تشریح کے لیے میں نے مختص کیا ہے۔ اور دہلی نے حجب
الی کل شئی وحبب الی النساء الی آخرہ اس حدیث کی نسبت نسائی وغیرہ کی
جانب کی ہے مگر میں نے ان میں اس کو نہیں دیکھا۔ انتہی۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ نیک لوگوں کے نفوس کی شان یہ ہے کہ وہ روزہ، نماز اور
حج جیسی عبادات کے ساتھ خوش ہوتے ہیں اور اسی طرح مناسب ہے کہ آنکھ کی
ٹھنڈک ان میں ہو اور ان کے ختم ہونے اور ان کے ایام گزر جانے پر ان کو غم اور
دکھ ہو اور برکت والے ایام گزر جانے کی وجہ سے ان کی طبیعتیں کبیدہ خاطر ہوں اور
ان کو غم لاحق ہو۔ اور نیک لوگوں کے لیے رمضان کے ایام کی جدائی سے بڑھ کر کیا
غم ہو گا جو قسما قسم کی رحمت اور غفران پر مشتمل ہیں اور ابن تیمیہ کے شاگرد ابن
القیم کے شاگرد الحافظ زین الدین عبدالرحمن بن احمد الدمشقی الحمیلی جو ابن رجب کے
لقب سے مشہور ہیں، انہوں نے اپنی کتب لطائف المعارف فیما لمواسم

وہل بعد اعراض الحبيب تواصل
وہل لبور قد افلن طلوع
این حرق المجتہدین فی نہارہ
این قلق المجتہدین فی اسحارہ

واذا كان هذا جزع من ربح فيه فما حال من خسر في ليا ليه
ويا مہ ماذا ينفع المفرط فيه بکاؤہ وقد عظمت فيه مصيبة وجل
عزاؤہ کم نصح المسلمین فما قبل النصح کم دعا الی مصالحہ فما
اجاب الی الصلح کم شاهد الواصلین فيه وهو متباعد وحق به
المقت وندم علی التفريط حیث لا ینفعه الندم وطلب الاستدراک

العام من الوظائف میں رمضان کے مہینہ کے ساتھ متعلق مجالس کا ذکر کرتے ہوئے المجلس السادس کا عنوان اپنے اس قول سے کیا ہے: المجلس السادس فی وداع شهر رمضان جس کی قدر اور حرمت بہت بڑی ہے اور اس بارہ میں ایسی احادیث وارد ہیں جو اس کے فضائل اور اس کے روزوں اور اس کے قیام کے فضائل پر مشتمل ہیں۔ اور اس میں اس نے یہ کہا کہ ایک بزرگ ایسے تھے جن پر عید الفطر کے دن پریشانی ظاہر تھی تو ان سے کہا گیا کہ آج تو فرحت اور خوشی کا دن ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں مگر میں ایسا غلام ہوں کہ مجھے میرے مولانے حکم دیا کہ میں عمل کروں تو میں نے عمل تو کیا مگر مجھے معلوم نہیں کہ اس نے قبول کیا یا نہیں؟

اور وہب بن الورد نے کچھ لوگوں کو عید کے دن ہنتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ اگر ان کے مولانے ان سے ان کے روزے قبول کر لیے ہیں تو یہ فعل شاکرین کا نہیں (کہ وہ اس طرح نہیں بلکہ ان کو شکر ادا کرنا چاہیے) اور اگر اس نے ان کے روزوں کو قبول نہیں کیا تو ڈرنے والوں کا یہ فعل نہیں ہے (کہ وہ اس طرح ہنتے پھریں) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رمضان کی آخری رات کو آواز لگاتے تھے کہ کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ کون خوش قسمت ہے جس کے روزے قبول کر لیے گئے ہیں تو ہم اس کو مبارکباد دیں۔ اور کون اس سے محروم رہا ہے کہ ہم اس سے تعزیت (افسوس کا اظہار) کریں۔ اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے

فی وقت العدم۔

اتترك من تحب وانت جار
و تطلبهم اذا بعد المزار
و تبكى بعد تانيهم اشتياقا
وتسال فى المنازل اين ساروا
تركت سوالهم وهم حضور
وترجو ان تخبرك الديار

یا شهر رمضان ترفق وموج المحبین تدفق وقلوبهم من الم

فرمایا ہم میں سے کس کے روزے قبول کر لیے گئے ہیں تاکہ ہم اس کو مبارک باد دیں اور کون اس سے محروم رہا ہے کہ ہم اس سے تعزیت کریں۔ اے وہ آدمی جس کے روزے قبول کر لیے گئے ہیں تجھے مبارک ہو۔ اور اے وہ آدمی جس کے روزے رد کر دیے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ تیری مصیبت کی تلافی فرمائے۔ انتہی۔

اور اسی طرح اس نے اس کی برکت اور مناقب ذکر کرنے کے بعد کہا اے اللہ کے بندو، بیشک رمضان کا مہینہ کوچ کر کے جا رہا ہے اور اس کے صرف تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں۔ پس تم میں سے جس آدمی نے کوئی نیک عمل شروع کر رکھا ہو تو اس کو پورا کرے۔ اور جس نے آخرت کا ذخیرہ بننے والا عمل شروع کیا ہے تو وہ اس کو اچھائی کے ساتھ مکمل کرے کیونکہ فعل کا مدار خاتمہ پر ہے۔ پس تم اس کی تھوڑی سی باقی رہنے والی راتوں اور دنوں سے فائدہ حاصل کر لو اور تم اس (رمضان) کو اپنے ایسے نیک عمل سے الوداع کرو جو تمہارے لیے ملک العظام کے ہاں گواہی دے۔ اور اس کے فراق پر اس کو پاکیزہ دعاؤں اور سلام سے الوداع کرو۔

رحمن کی طرف سے ہر وقت سلام ہو بہتر مہینہ پر جو گزر گیا ہے۔ سلامتی ہو روزوں کے مہینہ پر پس بیشک وہ رحمن کی جانب سے ہر قسم کی امان ہے۔ البتہ اگر تیرے روشن ایام اچانک ختم ہو گئے ہیں تو تیرے فراق پر میرے دل کا غم فانی نہیں ہے۔ البتہ تحقیق اس کے ایام ختم ہو گئے اور جو تم نے اطاعت کی وہ بھی۔ اور تم پر اسکی کوتاہیاں لکھ دی گئیں (یعنی اگر رمضان کی قدر کرنے میں کوتاہیاں ہو گئی ہیں تو وہ

الفراق تشق عسی وقفة للوداع تطفی من نار التشوق ما احرق
عسی ساعة توبة واقلاع ترفو من الصيام كل ما تخرق عسی منقطع
عن ركب المقبولین يلحق عسی من استوجب النار يعتق عسی
اسیر الاوزار يعتق عسی رحمة المولی للعاصین توفق انتهى كلامه
ملخصا

الوجه الثالث ما ذكره ذلك الفاضل ان الاركان الخمسة
الاسلامية متساوية الاقدام ولا دليل على تخصيص الحزن بذهاب
رمضان ولم يرد به الشرع ولو كان هذا بالقياس يلزم ان يظهر مثل
هذا الحزن والا لم يعد كل ركن من الصلوة والحج والزكوة ولا قائل به

لکھ لی گئی ہیں) اور تمہاری اطاعت بھی جس پر تم اس رمضان میں کمر بستہ تھے۔ اور
پیشک وہ پہنچے اور تم نے جدا کر دیا۔ (یعنی رمضان کے ایام رحمت بن کر تمہارے پاس
پہنچے مگر تم نے ان کی قدر نہ کر کے ان کو گزار دیا) متقیوں کے دل اس مہینہ کے آنے
پر خوش ہوتے اور اس کی جدائی کے دکھ سے روتے ہیں۔

۔ جدائی غالب آگئی پس تو کیا کرے گا؟ کیا جدائی پر صبر کرے گا یا جزع فزع
کرے گا؟ جب تو جدائی کے خیال پر حیران ہو کر روتا ہے تو اس وقت کیا حال ہو گا
جب وہ الوداع کہہ کر چل دیں گے؟ کیسے نہیں جاری ہوں گے اس کی جدائی پر مومن
آدمی کے آنسو اور وہ نہیں جانتا کہ کیا اس کی زندگی میں اس رمضان کا دوبارہ آنا بھی
ہے؟ تو نے گزرے ہوئے دنوں اور گزری ہوئی راتوں کا ذکر کیا تو ان کی یاد سے میرے
آنسو جاری ہو گئے۔ کیا ہمارے لیے گزرا ہوا زمانہ دوبارہ لوٹ کر آ سکتا ہے اور کیا
میرے لیے وصال کا وقت واپس آ سکتا ہے اور کیا محبوب کے اعراض کے بعد وصال ہو
سکتا ہے اور کیا غروب ہونے والے چاند دوبارہ طلوع ہو سکتے ہیں؟

کہاں ہے اس رمضان کے دنوں میں کوشش کرنے والوں کی جلن؟ کہاں ہے
اس کے سحری کے وقت کوشش کرنے والوں کی بے قراری؟

اور جب یہ جزع کا حال اس شخص کا ہے جس نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے تو
اس کا کیا حال ہو گا جس نے اس کے دنوں اور راتوں میں (عبادت نہ کر کے) نقصان

وفیه ان الزکوۃ لیس لادائها وقت معین شرعا ولا یمکن اداؤها فی وقت واحد جمعا لاختلاف الناس فی ازمۃ ملک النصاب وتفاوتہم فی شروط الایجاب ولیست لاوقات ادائها بركة معہودۃ شرعا ولا عرفا فلا یمکن الحزن واظہارہ عند ذلک ولا یتصور التحسر من ذہاب شئی فیما ذلک بخلاف صیام رمضان فان لہ وقتا معلوما بالنسبۃ الی جمیع المکلفین ولہ بركة عظیمة و منقبۃ جسیمة للعالمین فذہابہ حسرة عظیمة کیف لا وادراک رمضان آخر بسبب امتداد الزمان امر موهوم بخلاف الصلوۃ فان جمیع اوقاتہا لیست فی عموم المغفرۃ مثل تلک الایام وادراک وقت آخر

اٹھایا۔ کوتاہی کرنے والے کو اس کا رونا کیا فائدہ دے گا؟ حالانکہ اس کی مصیبت بہت بڑی اور اس کی پریشانی بہت بڑی ہے۔ اس (رمضان المبارک) نے کس قدر مسلمانوں سے خیر خواہی کی تو انہوں نے اس کی خیر خواہی کو قبول نہ کیا۔ کس قدر اس نے نیکیوں کی جانب بلایا مگر مسلمان نے نیکی کی جانب آنے کی دعوت قبول نہ کی۔ کس قدر اس نے اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے اعمال کو حاضر کیا مگر مسلمان ان سے دور رہنے والا تھا۔ اور مٹ گئے اس کی وجہ سے بغض اور پشیمان ہوا کوتاہی پر ایسے وقت میں کہ اس کو پیشانی فائدہ نہیں دیتی اور اس نے کوتاہی کی تلافی ایسے وقت میں چاہی جو تلافی کا وقت نہیں ہے۔ کیا تو اس کو چھوڑتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے حالانکہ تو زیادتی کرنے والا ہے؟ اور تو ملاقات کے لیے آنے والوں کے دور ہو جانے کے بعد ان کو تلاش کرتا ہے اور تو شوق میں روتا ہے ان کے مہلت دینے کے بعد؟ اور تو جگہ جگہ پوچھتا ہے کہ وہ کہاں چلے گئے۔ تو نے ان کے بارہ میں پوچھ گچھ چھوڑ دی جبکہ وہ موجود تھے۔ اور تو امید رکھتا ہے کہ وہ تجھے اپنے علاقہ کی خبر دیں گے۔

اے رمضان کے مہینے، نرمی کر۔ اور اے محبت کرنے والوں کی لہر، تیز دوڑ۔ اور ان کے دل جدائی کے دکھ سے پھٹتے جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وداع کی گھڑی اس چیز کو بجھا دے جو شوق پر برانگیختہ کرنے والی آگ سے جل رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ توبہ اور گناہوں سے باز رہنے کی گھڑی روزے کی وجہ سے ہر اس چیز کو سی دے جو

للصلوة امر غیر موهوم واما اوقات الحج فہی وان كانت متبركة لكن هذه العبادة ليست شاملة فى وقت واحد لجميع المكلفين بل خاص باهل مكة ومن فيها من الافاقيين وبالجمله فالفرق بين ذهاب رمضان وبين ذهاب اوقات الصلوة والحج والزكوة ظاہر غير خفى على الماهر فلا يلزم من عدم وقوع التحسر بذهابها عدم وقوع التحسر بذهاب هذا الشهر واما الفرقة الثانية فقد بالغت فى تجويز خطبة الوداع والتزمت وقاسته على خطبة النبى صلعم فى آخر شعبان المشتملة على بشارۃ مجئى شهر رمضان على ما مر ذكره من رواية

پھٹ گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مقبولین کی جماعت سے پیچھے رہ جانے والا ان کے ساتھ مل جائے۔ ہو سکتا ہے کہ جہنم کو اپنے آپ پر لازم کرنے والا جہنم سے آزادی پالے۔ ہو سکتا ہے کہ گناہوں کے قیدی آزاد کر دیے جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ پروردگار کی رحمت گناہ گاروں کے موافق ہو جائے (یعنی ان کو رحمت کے قاتل بنا دے) انتہی کلامہ ملخصاً

ممانعت کی تیسری وجہ: جو اس فاضل نے ذکر کی ہے، یہ ہے کہ بیشک اسلام کے پانچوں ارکان برابر درجہ کے ہیں۔ اور رمضان کے گزر جانے کی وجہ سے خصوصی طور پر غم کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی اس کے بارہ میں شریعت وارد ہوئی ہے۔ اور اگر یہ قیاس سے لیا ہے تو لازم آتا ہے کہ اس جیسی پریشانی اور تکلیف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہر رکن کے بعد ہو۔ اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

ممانعت کی تیسری وجہ پر گرفت: اور اس میں ایک اشکل ہے کہ بیشک زکوٰۃ کی ادائیگی کا تو شرعاً کوئی وقت متعین نہیں ہے اور اس کا آکھٹے ادا کرنا ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ لوگوں کے لیے نصاب کا مالک بننا مختلف اوقات میں ہے اور ایجاب کی شرطوں میں بھی ان میں تفاوت ہے۔ اور اس کی ادائیگی کے اوقات کے لیے ایسی برکت بھی نہیں ہے جو شرعاً "یا عرفا" مشہور ہو۔ (جیسا کہ رمضان کی برکت ہے) تو غم اور اس کا اظہار اس وقت ممکن نہیں ہے اور اس میں کسی شے کے رہ جانے پر افسوس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ بخلاف رمضان کے روزوں کے کہ اس کے لیے تو تمام مکلفین کے لیے وقت معلوم ہے۔ اور اس کی بڑی برکت ہے اور روزہ دار کے

سلمان وفيه ان جواز بشارۃ شئى واظهار السرور بقربه لا يستلزم جواز اظهار التحسر بذهابه والانصاف ان قراءة خطبة الوداع اذا كانت مشتملة على معانى صحيحة والفاظ لطيفة لم يدل دليل على منعها وليس فيها ابتداء وضلالة فى نفسها لكن الاولى هو الاتباع لطريقة النبى صلعم واصحابه فان الخير كله فى الاتباع به لا سيما اذا وجد التزام ما لم يلتزم وظن ما ليس من الشرع من الشرع وما ليس بسنة من السنة وقد تقرر فى مقره ان كل مباح ادى الى التزام غير مشروع والى افساد عقائد الجھلة وجب تركه على الكلمة

لئے عالی درجہ ہے تو اس کا چلے جانا تو بہت بڑی خست ہے۔ اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ دوسرے رمضان کا پانا درمیان میں زمانہ لمبا ہونے کی وجہ سے یقینی نہیں ہے۔ بخلاف نماز کے کہ بیشک اس کے تمام اوقات عمومی مغفرت کے نہیں ہیں جیسا کہ رمضان کے ایام ہیں۔ اور اگلی نماز کے وقت کو پالینا اس قدر غیر یقینی نہیں ہے (کیونکہ درمیان میں وقفہ تھوڑا ہے) اور بہر حال حج کے اوقات تو وہ اگرچہ متبرک ہیں لیکن یہ عبادت بیک وقت تمام مکلفین کو شامل نہیں ہے بلکہ وہ تو لائل مکہ یا جو وہاں مکہ میں پہنچ چکے ہوں، ان کے ساتھ خاص ہے۔ اور خلاصہ یہ کہ رمضان کے گزرنے اور دیگر عبادات نماز، حج اور زکوٰۃ کے اوقات گزر جانے کے درمیان فرق کسی عالم پر مخفی نہیں ہے۔ تو ان اوقات کے گزر جانے پر افسوس کے نہ ہونے سے اس مہینہ کے گزر جانے پر افسوس کا نہ ہونا لازم نہیں آتا۔

خطبہ الوداع کو جائز کہنے والوں کا رد

بہر حال دوسرا گروہ تو اس نے خطبہ الوداع کے جائز قرار دیئے اور اس کا التزام کرنے میں مبالغہ کیا ہے۔ اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کے اس خطبہ پر قیاس کیا ہے جو آخر شعبان میں آپ نے دیا جو رمضان کا مہینہ آنے کی بشارت پر مشتمل تھا۔ جیسا کہ اس کا ذکر پہلے حضرت سلمانؓ کی روایت سے گزر چکا ہے۔

اور اس میں اشکال یہ ہے کہ کسی چیز کی بشارت کا جواز اور اس کے قریب آنے

فالواجب على العلماء ان لا يلتزموا على قراءة مثل هذه الخطبة لكونه موديا الى اعتقاد السنية وقد وقع ذلك من العوام حيث اهتموا بمثل هذه الخطبة غاية الاهتمام فظنوها من السنن الماثورة حتى ان من يتركها ينسبونه الى سوء العقيدة ومن ثم منع الفقهاء عن التزام قراءة سورة الدهر وتنزيل السجدة في صلوة فجر الجمعة مع كونه ثابتا في الاخبار المشهورة وعن سجدة منفردة بعد صلوة الوتر وامثال ذلك مما يفضي الى ظن العوام انه من السنة وان مخالفه بدعة و نظائره كثيرة في كتب العلوم شهيرة وقد بلغ التزام خطبة الوداع

پر خوشی کے اظہار سے اس کے چلے جانے پر افسوس کا اظہار کرنا تو لازم نہیں آتا اور انصاف کی بات یہ ہے کہ خطبہ الوداع کا پڑھنا جبکہ صحیح معانی اور لطیف الفاظ پر مشتمل ہو تو اس کے منع پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس میں فی نفسہا بدعت اور ضلالت ہے۔ (یعنی جب الفاظ صحیح ہوں اور ان کو خطبہ الوداع کے لیے ضروری بھی نہ سمجھا جاتا ہو تو خطبہ میں ایسے الفاظ شامل کرنے کی گنجائش ہے اور اگر وہ الفاظ صحیح نہیں یا ان الفاظ کو ضروری سمجھا جاتا ہو تو پھر جائز نہیں ہے اس لیے کہ غیر ضروری کو ضروری سمجھ کر کرنا درست نہیں ہے)

سنت پر کاربند رہنے کی تلقین : لیکن بہترین کہ ہم ﷺ اور صحابہ کے طریق کی اتباع کرنا ہی ہے پس بیشک ساری کی ساری خیر اسی اتباع میں ہے بالخصوص جبکہ ایسی چیز کا التزام پایا جائے جس کا التزام ان حضرات نے نہیں کیا، اور غیر شرعی کو شرعی اور غیر سنت کو سنت سمجھ لینے کا گمان ہو۔ اور یہ بات اپنے مقام میں گزر چکی ہے کہ بیشک ہر مباح جس کو التزام سے ادا کیا جائے، وہ غیر مشروع ہو جاتا ہے۔ اور جاہلوں کا عقیدہ خراب ہونے کی صورت اس مباح کا ترک کامل لوگوں پر واجب ہے تو علماء پر واجب ہے کہ اس جیسا خطبہ پڑھنے کا التزام نہ کریں تا کہ یہ اس کے سنت ہونے کے اعتقاد تک نہ پہنچا دے۔ اور بیشک عوام میں یہ بات رائج ہے کہ وہ اس (جمعتہ الوداع کے) خطبہ میں حاضر ہونے کا بہت اہتمام کرتے ہیں اور اس کو سنن ماثورہ خیال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اس کو چھوڑتا ہے تو اس کو برے عقیدے والا

والا اهتمام بها فی اعصارنا و دیارنا الی حد افسد ظنون الجہلۃ فی اهل العلم الذین ہم کالملح فی الطعام اذا فسد فسد الطعام ان یتروکوا الالتزام هذا ما عندی لعل عند غیری احسن مما عندی وهذا آخر الکلام فی هذه الرسالة وكان ذلك لیلة الاثنين السابع والعشرين من صفر من السنة السابعة والتسعين بعد الالف والمائتین من الهجرة علی صاحبها افضل الصلوات وازکی تحية و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

خیال کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے فقہاء نے سورۃ الدہر اور الم تنزل السجده جمعہ کے دن صبح کی نماز میں پڑھنے کا التزام کرنے سے منع فرمایا ہے باوجود اس کے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں اس کا پڑھنا مشہور احادیث سے ثابت ہے اور وتر کی نماز کے بعد صرف ایک سجدہ کرنا اور اس جیسی دیگر ایسی باتوں سے بھی منع کیا ہے جس کو عوام سنت خیال کرنے لگ جائیں۔

اور اس جیسی مثالیں علمی کتابوں میں مشہور ہیں اور خطبہ الوداع کا التزام اور اہتمام ہمارے زمانہ اور ہمارے علاقہ میں اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ جاہلوں کے خیالات فاسد ہو گئے ہیں۔ پس اس بناء پر ان علماء پر لازم ہے جو طعام میں نمک کی طرح ہیں جب نمک خراب ہو جائے تو طعام فاسد ہو جاتا ہے۔ تو ان علماء پر لازم ہے کہ وہ اس التزام کو چھوڑ دیں۔

یہ معلومات تو اس بارہ میں میرے پاس تھیں، ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے کے پاس اس سے زیادہ ہوں۔ اور یہ اس رسالہ میں کلام کا آخری حصہ ہے اور آج ستائیس صفر، بارہ سو ستانوے ہجری، سوموار کی رات ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب ہجرت (حضور نبی کریم ﷺ) پر اعلیٰ رحمتیں اور زیادہ سے زیادہ سلامتی نازل فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة علی رسولہ محمد وآلہ و

صحبه اجمعین

تمت بالخیر

مکتبہ صفدریہ نزد گھنڈہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

| | | | | |
|---|--|---|--|--|
| خزائن السنن تقریر ترقی علی سوا | احسن الکلام مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | تسکین الصدور مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | الکلام المفید مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | ازالۃ الريب مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ |
| راہ سنت راہ سعادت کی کتاب | آنکھوں کی خدمت مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | احسان الباری مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | طائفہ منصورہ مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | ارشاد الشیعہ مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ |
| درود شریف پرستش کا شری طریقہ | عبادات اکابر مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | تبلیغ اسلام مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | گلدستہ توحید مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | دل کا سرور مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ |
| راہ ہدایت مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | بانی دین علیہ السلام مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | ینا بیع مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | چراغ کی روشنی مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | مسئلہ قربانی مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ |
| مقالہ ختم نبوت قرآن و حدیث کی روشنی میں | المسلک المنصور مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | انعام البرهان مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | حلیۃ المسلمین مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | توضیح العوام مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ |
| آئینہ محمدی سیرت پر حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | شوق حدیث مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | ملا علی قاری مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | باب جنت مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | الکلام الحادی مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ |
| مودودی صاحب کا غلط فتویٰ | تفریح الخواطر مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | چہل مسئلہ مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | عمدة الاثرات مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | الطہار العجیب مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ |
| سماع موتی چالیس دعائیں | مقاہرہ حنیفہ مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | صرف ایک اسلام مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | عزم الذکر بالجہر مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | شوق جہاد مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ |
| اطیب الکلام فصل احسن الکلام | انکار حدیث کے نتائج مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | مرزائی کا جنازہ اور مسلمان مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | مولانا رشاد الحق اشری کا مجذوبانہ و اوہلا مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | اختفاء الذکر ذکر آہستہ کرتا چاہیے مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ |

| | | | | |
|--|---|--|---|---|
| مطبوعات عمر اکادمی بخاری شریف فہرست کتابیں کی کتاب | خزائن السنن جلد دوم کتاب الموعود | جنت کے نظارے مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | حمیدیہ مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | غیر مقلدین کے مفتوا فتوے |
| انکشاف حقیقت مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | ایضاح سنت مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | مسنون طریقہ مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | شرح الکافیہ مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ | بدعت ہے مسئلہ حق تعالیٰ کی کتاب کی مثال بہت ہی عمدہ |